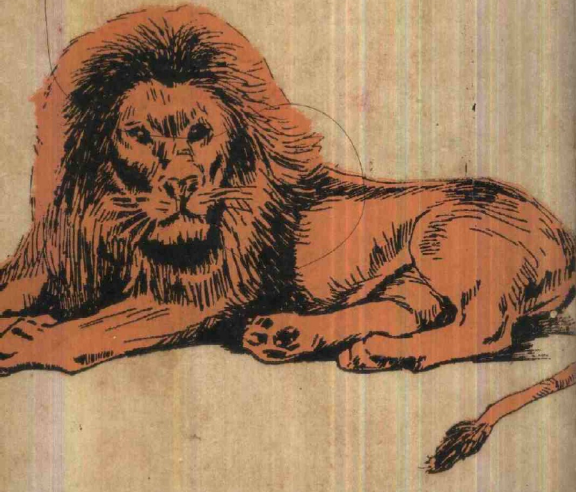
آدم خور شیر



مکتبہ جدید

ہماری کتابیں

15-12-69

آدم خور شیر

ہمارے ادب میں ہمارے نوجوانوں کے لیے صحت مند ادب کی بے حد کمی ہے۔ یا تو جنوں بھوتوں کے فرضی قصے ہیں جو چھوٹے بچوں کو تو بہلا سکتے ہیں لیکن نوجوانوں کو ان میں کوئی معنی نظر نہیں آتے یا پھر ایسے ناول افسانے ہیں جو صرف ''بالغوں کے لیے'' ہی مناسب ہوں تو ہوں۔

آدم خور شیر ایک ایسی کتاب ہے جو نوجوانوں کے لیے نہایت دلچسپ، جرأت افروز اور سبق آموز کہانیاں پیش کرتی ہے۔ اس کے مطالعے سے نوجوانوں کے جذبات اور شعور کو جلا ملے گی اور وہ اپنے اندر زندگی میں آگے بڑھنے کا عزم لہریں لیتا ہؤا محسوس کریں گے۔

پیارے بچوں کے لئے پیاری کتابیں

آدم خور شیر

مڈل اور ہائی سکولوں کے معیار کے مطابق

ذوالفقار احمد تابش

تصاویر : شوکت محمود

مکتبۂ جدید، لاہور



پیاری کتابیں
پہلی مرتبہ ۱۹۶۵ء

طابع و ناشر: رشید احمد چودھری
مکتبہ جدید پریس۔ لاہور

یہ کِتاب

اُردو کے مشہور ماہنامے "نصرت" لاہور میں آدم خور شیروں اور شیرنیوں کے شکار کی کہانیاں چھپتی رہی ہیں۔ جو پڑھنے والوں میں بے حد مقبول ہوئیں۔ اسی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے مکتبہ جدید کی طرف سے ان کہانیوں کے مجموعے شائع کئے گئے جو بہت پسند کئے گئے۔ اب مکتبہ جدید نے بچوں کے لیے کتابیں شائع کرنے کا ایک وسیع پروگرام بنایا ہے۔ چنانچہ خاص خاص کہانیوں کو نئے سرے سے بچوں کے لیے آسان زبان اور سہل انداز میں لکھا گیا ہے۔ اصل کہانیوں میں جو غیر ضروری تفصیلات تھیں انھیں نکال کر کہانیوں کو زیادہ دلچسپ بنا دیا گیا ہے اس طرح نہ صرف بچے واقعات کو اچھی طرح سمجھ سکیں بلکہ کہانیوں سے پوری طرح لُطف اندوز بھی ہو سکیں گے۔

اس کتاب میں دو مشہور انگریز شکاریوں "کرنل جم کاربٹ" اور "کرنل کینتھ اینڈرسن" کی کہانیاں پیش کی گئی ہیں۔ یہ دونوں شکاری بڑی دیر تک ہندوستان میں رہے ہیں۔ ان دونوں نے ہندوستان کے جنگلوں میں ایک عمر شکار کھیلا ہے۔ یہ خاص طور پر آدم خور شیروں کے شکار کے ماہر تھے چنانچہ جو شیر یا شیرنی کسی اور شکاری کے قابو میں نہ آتے، انھیں مارنے کے لیے حکومت انھی کی خدمات حاصل کیا کرتی تھی۔

یہ کتاب صرف آدم خور شیروں کی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ اسی سلسلے کی دوسری کتاب "آدم خور شیرنیاں" بھی ملاحظہ کی جائے، وہ بھی اتنی ہی دلچسپ، ولولہ انگیز اور جرأت آفریں کتاب ہے۔

ترتیب

موہن کا شیر

ضلع الموڑہ میں دریائے کوسی کے اس پار پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلے کی پہاڑیاں کوئی نو ہزار فٹ بلند ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک قریبی گاؤں کی چند عورتیں مویشیوں کے لیے چارا کاٹ رہی تھیں کہ اچانک انھیں ایک شیر نظر آیا جو جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے قریب کھڑا انھیں گھور رہا تھا۔ شیر کو دیکھ کر عورتوں میں ایکدم بھگدڑ مچ گئی۔ وہ زور زور سے چیخنے چلانے اور رونے لگیں۔ اس بھاگ دوڑ میں ایک عورت کا جو پاؤں پھسلا تو وہ لڑھکتی ہوئی ایک گہرے کھڈ میں جا گری اور سخت زخمی ہو گئی۔ عورتوں کی چیخ و پکار سن کر شیر گھبرا گیا اور جس پُراسرار طریقے سے وہ آیا تھا اسی طرح غائب ہو گیا۔ شیر کے جانے کے بعد جب عورتوں کے حواس کچھ ٹھکانے آئے تو انھیں اس عورت کا خیال آیا جو کھڈ میں گری مدد کے لیے انھیں پکار رہی تھی۔ عورتوں نے مل کر اسے کھڈ سے نکالنے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ وہ بیچاری بہت بُری طرح زخمی ہو چکی تھی۔ اس کی ایک ٹانگ اور کچھ پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں اس لیے وہ ہل جل بھی نہ سکتی تھی۔ آخر فیصلہ کیا گیا کہ گاؤں واپس جا کر مردوں کو بلا کر لایا جائے تاکہ وہ اسے باہر نکالیں۔ زخمی عورت نے جب ان سب کو واپس جاتے دیکھا تو وہ رونے لگی اور ان سے

التجا کرنے لگی کہ اسے بالکل تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ شیر کے ڈر کی وجہ سے کوئی عورت بھی اس کے پاس ٹھہرنے کے لیے تیار نہ تھی۔ آخر ایک نوجوان لڑکی نے ہمت کی اور وہ اس عورت کے پاس رُکنے کے لیے تیار ہو گئی۔ باقی عورتیں گاؤں کی طرف چل پڑیں اور وہ لڑکی چٹانوں پر سے ہوتی ہوتی زخمی عورت کے قریب ایک پتھر پر جا بیٹھی۔ ان دونوں کے درمیان اب بھی تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ زخمی عورت درد کی شدّت سے کراہ رہی تھی اور وہ لڑکی اپنی سمجھ کے مطابق اسے تسلیاں دے رہی تھی۔

گاؤں وہاں سے چار میل دُور تھا۔ وہ دونوں اندازے لگا رہی تھیں کہ عورتیں اس وقت کہاں پہنچ چکی ہوں گی۔ انھیں گاؤں تک پہنچنے کے لیے کتنی دیر لگے گی اور مردوں کی امداد یہاں کب تک پہنچ جائے گی۔ اس خوف سے کہ شیر کہیں آس پاس ہی نہ ہو، وہ بڑی مدھم آواز میں باتیں کر رہی تھیں تاکہ شیر ان کی باتیں سن کر ادھر نہ آ جائے۔ یکایک زخمی عورت کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ لڑکی نے ایک دم گردن موڑ کر اپنے پیچھے دیکھا۔ شیر عین اس کے کندھے کے اُوپر والی چٹان پر اپنے خوفناک جبڑے کھولے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ دہشت کے عالم میں لڑکی کے منہ سے بھی ایک چیخ نکل گئی اور بے بسی کے عالم میں اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زخمی عورت کے دیکھتے ہی دیکھتے شیر آگے بڑھا اور اس بدنصیب لڑکی کو گردن سے دبوچ کر واپس مڑ گیا۔ لڑکی کی دل دہلا دینے والی چیخیں اسے دور تک سنائی دیتی رہیں۔ وہ شیر کے منہ میں بُری طرح ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔



عورتوں نے گاؤں جا کر مردوں کو پوری کہانی سنائی۔ چنانچہ زخمی عورت کو کھڈ سے نکال کر لانے کے لیے فوراً ایک امدادی پارٹی روانہ ہو گئی۔ لیکن جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو وہ عورت بالکل بے ہوش پڑی تھی اور اس کے قریب ہی ایک چٹان پر تازہ خون پڑا ہوا تھا۔ زخمی عورت کو اٹھا کر گاؤں لایا گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ شیر اس لڑکی کو اٹھا کر لے گیا ہے۔

یہ اس شیر کا پہلا انسانی شکار تھا۔ اس واردات کے بعد شیر وہاں سے گرمیاں گزارنے کے لیے کوسی وادی کے سرِ علاقے میں چلا گیا۔ رستے میں وہ جہاں جہاں سے گزرتا گیا انسانی جانوں کا شکار کرتا گیا۔ جونہی موسمِ گرما ختم ہوا، وہ پھر اسی علاقے میں واپس چلا آیا جہاں اس نے پہلا انسانی شکار کیا تھا۔ اس کے بعد وہ کئی برس تک کوسی وادی اور رجار جیا کے علاقے میں انسانوں کو ہلاک کرتا رہا۔ اس علاقے کی لمبائی کوئی چالیس میل تھی اور اس نے اس علاقے میں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ آخر اس آوارہ گردی سے تنگ آ کر اس نے ایک گاؤں کرتھانولا کے قریب کی ایک موہن نامی پہاڑی پر اپنا ٹھکانا بنا لیا۔

اس عرصے میں الموڑہ کے ڈپٹی کمشنر نے بہت سے شکاریوں کو کرتھانولا بھیجا کہ وہ اس آدم خور کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں لیکن کوئی شکاری اسے مارنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شیر کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں حتیٰ کہ شیروں کے عظیم شکاری کرنل جم کاربٹ کے پہنچنے سے پہلے وہ صرف کرتھانولا کے تین سو باشندوں کو اپنا لقمہ بنا چکا تھا۔

جم کاربٹ چوگڑھ کی آدم خور شیرنی کو ہلاک کر کے فارغ ہوا ہی تھا

کہ اُسے[1] الموڑہ کے ڈپٹی کمشنر کا پیغام ملا۔ اس نے کاربٹ کو اس خوفناک آدم خور کو ہلاک کرنے کی دعوت دی تھی۔ کاربٹ اس شیر کے متعلق خبریں سنتا رہا تھا۔ چنانچہ خلقِ خدا کو اس بلا سے نجات دلانے کے لیے وہ فوراً تیار ہو گیا۔

ضروری ساز و سامان، دو ملازموں اور چھ مزدوروں کو ہمراہ لے کر کاربٹ نینی تال سے روانہ ہو گیا۔ رام نگر کے سٹیشن پر اترنے کے بعد انھوں نے پچیس میل کا سفر پیدل طے کرنا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن سہ پہر کے وقت وہ کرتھانولا کے باہر کھیتوں میں پہنچ گئے۔ کاربٹ کو پتا چلا تھا کہ یہاں قریب ہی جنگل کے محافظوں کی ایک جھونپڑی ہے جو خالی پڑی ہے۔ کاربٹ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے ملازموں کو اس جھونپڑی میں ٹھہرا دے گا اور خود باہر خیمے میں رہے گا۔ کاربٹ کے مزدور اور ملازم دم لینے کے لیے رک گئے تھے اس لیے وہ ٹہلتا ٹہلتا جھونپڑی دیکھنے کے لیے چل پڑا۔

کاربٹ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے ایک عورت دکھائی دی جو ایک چھوٹی سی آبشار سے پانی کا گھڑا بھر رہی تھی۔ اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کاربٹ زور سے کھانسا۔ عورت نے یکدم گھوم کر اسے دیکھا۔ کاربٹ اتنی دیر میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا یہ جگہ شیر سے محفوظ ہے؟" کاربٹ نے عورت سے پوچھا۔ وہ پہلے تو ہچکچائی لیکن پھر اس نے جواب دیا۔

---

[1]: اس خوفناک شیرنی کی کہانی اسی سلسلے کی دوسری کتاب "آدم خور شیرنیاں" میں پڑھیے۔

"نہیں ـــــ لیکن پانی کے بغیر گزارہ بھی مشکل ہے۔ گھر میں کوئی مرد نہ تھا اس لیے مجھے شیر کے خطرے کے باوجود آنا پڑا۔"

"اپنے خاوند کو ساتھ لے لیا ہوتا۔" کاربٹ نے کہا۔

"وہ کھیتوں پر کام کرنے کے لیے گیا ہوا ہے۔" عورت نے جواب دیا۔ کاربٹ اس عورت کی ہمت اور جرأت پر عش عش کر اٹھا۔ وہ ایک ایسے شیر کے خطرے کے باوجود اکیلی پانی بھرنے کے لیے چلی آئی تھی جو اس کے گاؤں کے تین سو باشندوں کو اپنے پیٹ کا ایندھن بنا چکا تھا۔ اتنے میں عورت نے اس سے پوچھا۔

"کیا آپ سپاہی ہیں؟"

"نہیں!"

"تو جنگل کے کوئی افسر ہوں گے۔"

"نہیں۔"

"تو پھر آپ کون ہیں؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں ایک شکاری ہوں اور آدم خور شیر کو ہلاک کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

یہ سن کر عورت مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے جنوب کی طرف ایک بڑے سے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُسے بتایا کہ وہاں تین دن پہلے شیر نے ایک عورت کو ہلاک کیا تھا۔ اس اثنا میں عورت نے اپنا گھڑا بھر لیا۔ گھڑا اٹھا کر وہ ایک پگڈنڈی پر چل پڑی۔ کاربٹ اسے حفاظت سے گاؤں تک پہنچانے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اسے گاؤں کے قریب پہنچا کر کاربٹ

پھر واپس مڑا اور جھونپڑی دیکھنے کے لیے پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔

جنگل کے محافظوں کی جھونپڑی بالکل خالی پڑی تھی۔ کاربٹ نے اندر داخل ہو کر اس کے تمام دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں۔ کیونکہ عرصے تک بند رہنے کی وجہ سے اس کے اندر سے ایک عجیب سی بُو آ رہی تھی۔ کئی سال پہلے شیر کے ڈر کی وجہ سے جنگل کے محافظ اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ کاربٹ گھوم پھر کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ جھونپڑی کے تین کمرے تھے جو صاف ستھرے تھے اور اس کے ملازموں کے رہنے کے لیے کافی تھے۔ کھڑکیاں وغیرہ کھلنے کی وجہ سے اب کمروں میں ہوا کے جھونکے سرسرانے لگے تھے۔ کاربٹ جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور ایک بڑے پتھر پر بیٹھ کر اپنے آدمیوں کو دیکھنے لگا جو سامنے پگڈنڈی پر سامان اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ شام ہو چکی تھی اور اب ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا چلنے لگی تھی۔ کاربٹ کو اچانک اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا، گاؤں کی طرف سے آنے والی پگڈنڈی پر بہت سے دیہاتی اس سے ملنے کے لیے چلے آ رہے تھے۔ جس عورت کو کاربٹ گاؤں تک چھوڑ کر آیا تھا، اس نے جا کر لوگوں کو بتایا تھا کہ ایک شکاری انھیں شیر سے نجات دلانے کے لیے آیا ہے۔ تھوڑی دیر میں کاربٹ کے ملازم اور گاؤں کے باشندے وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے کاربٹ کو سلام کیا اور اُس کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گئے۔ اس کے ملازموں نے سامان اتارنے کے بعد کچھ خشک لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلا کر چائے کی کیتلی اس پر رکھ دی۔ کاربٹ ان دیہاتیوں سے شیر کے بارے میں باتیں کرنے

لگا۔ مزدور جب کاربٹ کا خیمہ جھونپڑی سے باہر کھلی زمین پر گاڑنے لگے تو دیہاتیوں نے بڑی حیرت سے پوچھا۔ "کیا آپ باہر سوئیں گے؟" اور جب کاربٹ نے بتایا کہ وہ باہر خیمے میں سوئے گا تو اس کی یہ بات سن کر دیہاتیوں کے چہرے خوف زدہ ہو گئے۔ آخر گاؤں کا نمبردار بولا :

"آپ کو شاید پتا نہیں کہ شیر اس راستے سے تقریباً روز گزرتا ہے۔ وہ بڑا خطرناک درندہ ہے۔ اگر آپ نے خیمے میں سونے کی کوشش کی تو آپ کی زندگی ضرور خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ کے باہر سونے سے آپ کے ملازم بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے کیونکہ ان کے پاس تو ہتھیار بھی کوئی نہیں اور اگر شیر نے آپ کے بجائے ان پر حملہ کر دیا تو وہ آپ کے پہنچنے تک ایک آدھ آدمی کو اٹھا کر لے جا چکا ہوگا۔"

کاربٹ کو نمبردار کی بات صحیح معلوم ہوئی۔ اس نے باہر سونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملازموں سے کہا کہ وہ اس کا سامان بڑے کمرے میں لگا دیں۔ چھوٹے دونوں کمرے اس نے انھیں دے دیے۔ اس کے بعد وہ پھر دیہاتیوں سے باتیں کرنے لگا۔ وہ ان سے شیر کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نمبردار اور دوسرے لوگوں نے اسے بہت سے واقعات سنائے۔ تین دن پہلے شیر نے جو ایک عورت کا شکار کیا تھا وہ واقعہ بھی اسے پوری تفصیل سے سنایا گیا۔

باتوں باتوں میں انھوں نے کاربٹ کو شیر کے متعلق ایک بڑی دلچسپ بات بتائی۔ انھوں نے کہا کہ شیر جب بھی گاؤں کے آس پاس یا رات کو گلیوں میں شکار کی تلاش میں آتا ہے تو بجائے چپ چاپ اور دبے پاؤں آنے کے مدھم سی

آواز میں غراتا ہوا آتا ہے۔ چنانچہ اس کی آواز سن کر وہ محتاط ہو جاتے ہیں اور گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ کاربٹ کے لیے یہ بات بڑی عجیب تھی۔ شیر جیسا چالاک اور سمجھدار جانور، اور وہ بھی آدم خور شیر، شکار کے وقت ایسی غلطی ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن چند اور سوالات پوچھنے کے بعد کاربٹ نے سوچا کہ شیر زخمی ہوگا۔ شاید زخم اس کی ٹانگ میں ہو اور جب وہ چلتا پھرتا ہو تو تکلیف کی وجہ سے کراہنے لگتا ہو۔ اب سورج ڈوبنے والا تھا اور چند لمحوں میں ہر طرف اندھیرا ہونے والا تھا اس لیے وہ لوگ کاربٹ سے رخصت ہو کر گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں آتے ہوئے کاربٹ رام نگر کے تحصیلدار سے کہہ آیا تھا کہ وہ اس کے لیے دو نوجوان بھینسے خرید کر بھیج دے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کاربٹ نے اپنے چند آدمیوں کو بھینسے لانے کے لیے بھیج دیا اور خود رائفل لے کر وہ جگہ دیکھنے کے لیے چل پڑا جہاں چار دن پہلے شیر نے ایک عورت کو ہلاک کیا تھا۔ وہ عورت وہاں کچھ دوسری عورتوں کے ساتھ گھاس کاٹنے کے لیے آئی تھی۔ کاربٹ نے جب جا کر دیکھا تو وہاں ابھی تک اس کا گھاس باندھنے کا رسہ اور درانتی پڑی تھی۔ اس کے قریب ہی دوسری عورتوں کی کٹی ہوئی گھاس بھی پڑی تھی جسے وہ خوف کے عالم میں چھوڑ کر بھاگ گئی تھیں۔ گھاس پر جا بجا عورت کے خون کے خشک دھبے پڑے ہوئے تھے۔ کاربٹ نے بڑی مشکل سے شیر کے پنجوں کے چار دن پرانے نشان تلاش کیے اور ان کو دیکھتا ہوا جنگل کی طرف چل پڑا۔ آدم خور عورت کو ہلاک کر کے پہاڑی کے نیچے لمبی لمبی گھاس میں لے گیا تھا۔ وہاں کچھ دیر رکنے کے بعد وہ تقریباً

ڈیڑھ میل کا فاصلہ گھنے جنگل میں طے کر کے شکاری کو دوسری پہاڑی کی طرف لے گیا تھا۔ آگے گھنی جھاڑیوں اور گھاس کا ایک بہت بڑا سلسلہ تھا اس کے علاوہ شیر کے پنجوں کے نشان بھی چار دن پرانے تھے جس کی وجہ سے کاربٹ کو راستہ تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آ رہی تھی۔ مایوس ہو کر وہ واپس جھونپڑی میں چلا گیا۔ اس کے آدمی بھینسے لے کر ابھی تک واپس نہ آئے تھے۔ کاربٹ کا خیال تھا کہ وہ شام سے پہلے نہیں پہنچ سکیں گے۔ چنانچہ کچھ دیر آرام کے بعد وہ پھر شیر کے متعلق کچھ مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ وہ گاؤں کے مختلف راستوں پر گھوم پھر کر شیر کے پنجوں کے نشانات کو دیکھتا پھرا۔ جب کوئی شکاری شیر کے شکار کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے لیے شیر کے پنجوں کے نشانات کو غور سے دیکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو دیکھ کر شیر کے بارے میں بڑی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک ہوشیار شکاری انھیں دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ:

۱۔ وہ نشان شیر کے پنجوں کے ہیں یا شیرنی کے۔
۲۔ شیر کو وہاں سے گزرے کتنی دیر ہوئی ہے۔
۳۔ اس کی رہائش گاہ وہاں سے کس سمت ہے اور کتنی دور ہے۔
۴۔ وہ کس رفتار سے وہاں سے گزرا ہے۔
۵۔ کیا وہ زخمی ہے یا ثابت و سالم ہے۔
۶۔ اگر اس کی کوئی ٹانگ زخمی ہے تو وہ کون سی ہے۔
۷۔ کیا شیر بھوکا ہے یا اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔

۸۔ شیر جوان ہے یا بوڑھا۔

کاربٹ جب شام کو واپس جھونپڑی میں آیا تو اس کے آدمی بھینسے لے کر واپس آ چکے تھے۔ لیکن چونکہ اب اندھیرا ہو رہا تھا اس لیے کاربٹ نے بھینسوں کو جنگل میں باندھنے کا کام اگلے دن پر ملتوی کر دیا۔ دوسرے دن اس نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیا اور ایک بھینسا اس درخت کے نیچے باندھ دیا جہاں شیر نے ایک عورت کو ہلاک کیا تھا۔ دوسرا بھینسا جنگل سے گاؤں کی طرف جانے والے راستے کے سرے پر باندھ دیا گیا۔

اس سے اگلی صبح جب کاربٹ بھینسوں کو دیکھنے کے لیے گیا تو وہ دونوں اپنا اپنا چارہ کھانے کے بعد بڑے آرام سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ کاربٹ بہت مایوس ہوا۔ اسے بڑی امید تھی کہ شیر کو چونکہ کئی روز سے کوئی شکار نہیں ملا اس لیے وہ دونوں میں سے کسی ایک بھینسے کو ضرور شکار بنائے گا۔ آخر کچھ سوچ کر اس نے جنگل کے راستے پر بندھے ہوئے بیل کو کھول کر جنگل میں ایک جوہڑ کے کنارے باندھ دیا۔

چار دن گزر گئے لیکن شیر نے کسی بھینسے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ وہ ان کے قریب تک نہ آیا تھا۔ کاربٹ بڑا حیران تھا کہ شیر بھینسوں کو اس طرح نظر انداز کیوں کر رہا ہے۔ کبھی وہ سوچتا کہ شاید شیر یہ علاقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا گیا ہے لیکن اسے اس بات پر یقین نہ آتا تھا کیونکہ گزشتہ کئی سالوں سے شیر اسی جگہ رہا تھا۔ چوتھے دن شام کے وقت جبکہ وہ بھینسوں کو دیکھ کر واپس جھونپڑی کی طرف آ رہا تھا تو اس کے دل میں بار بار یہی خیالات آ رہے تھے۔ اچانک سڑک کا

ایک موڑ مڑتے ہوئے اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ فوراً اپنی جگہ پر رک گیا۔ کاربٹ کو احساس ہو رہا تھا کہ سامنے والی چٹان پر خطرہ ہے۔ وہ بالکل بے حس و حرکت اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور اس چٹان کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ چٹان وہاں سے بالکل صاف نظر آ رہی تھی لیکن اس پر اس وقت گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مگر اس کے باوجود کاربٹ کو یوں لگ رہا تھا جیسے آدم خور اسی جگہ چھپا ہوا ہے اور جونہی وہ چٹان کے قریب سے گزرے گا تو آدم خور فوراً اس کی گردن اپنے خوفناک جبڑوں میں دبوچ لے گا۔ کاربٹ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ سورج غروب ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا تھا اور اس کے بعد ہر طرف گہرا اندھیرا چھا جانے والا تھا۔ اگر وقت کافی ہوتا تو وہ واپس مڑ کر اور پہاڑی کے اوپر سے چکر کاٹ کر شیر کے پیچھے پہنچ جاتا اور وہاں سے اس پر گولی چلانے کی کوشش کرتا لیکن اب تو اس قسم کی حماقت کرنا اپنی زندگی کو آپ خطرے میں ڈالنے کے برابر تھا۔

کاربٹ نے وہاں سے نکل جانے ہی میں بہتری سمجھی۔ چنانچہ رائفل کا منہ چٹان کی طرف کیے اور لبلبی پر انگلی رکھے ہوئے وہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کی نظریں چٹان پر جمی ہوئی تھیں کہ جونہی شیر اسے نظر آیا، وہ فوراً اس پر گولی چلا دے گا۔ جس چٹان پر اسے خطرہ محسوس ہوا تھا وہ ایک چھجے کی طرح راستے پر جھکی ہوئی تھی۔ کاربٹ راستے کے بالکل باہر والے کنارے پر چل رہا تھا۔ کنارے سے دو فٹ پرے گہری کھائی سڑک کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ کاربٹ اس وقت عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اسے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں شیر سے بچنے

کی کوشش میں وہ کھائی ہی میں نہ لڑھک جائے۔ آہستہ آہستہ اور بڑی احتیاط سے ایک ایک قدم چلتا ہوا آخر وہ چٹان کے قریب سے صحیح سلامت گزر گیا۔ اچانک اسے اپنے پیچھے چٹان پر شیر کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ کاربٹ ایکدم مڑا لیکن چٹان پر کچھ نہیں تھا۔ کاربٹ کو چوکنا دیکھ کر شیر حملہ کرنے سے کترا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد چٹان پر دو بندروں کی تیز تیز آوازیں سنائی دیں جن کا مطلب تھا کہ شیر وہاں سے چلا گیا ہے۔ کاربٹ کو اب کچھ اطمینان ہو گیا۔ وہ مڑا اور تیزی سے جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارے رستے میں وہ یہ سوچتا آیا کہ آج کا مقابلہ واقعی بڑا سخت تھا۔ اگر وہ وقت پر چوکنا نہ ہو جاتا تو اس کی موت یقینی تھی۔ اسی طرح اگر شیر چٹان پر سے نظر آ جاتا تو اس کی موت بھی یقینی تھی۔ لیکن اس وقت دونوں اپنی اپنی ہوشیاری اور ذہانت کی وجہ سے جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

دوسرے دن کاربٹ سو کر اٹھا تو ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بھینسوں کو دیکھنے کے لیے چل پڑا۔ عام طور پر وہ درخت کے نیچے بندھے ہوئے بھینسے کو پہلے دیکھنے جایا کرتا تھا اور جنگل میں جوہڑ کے کنارے بندھے ہوئے بھینسے کو بعد میں جا کر دیکھا کرتا تھا۔ اس روز وہ جھونپڑی سے نکلا تو سیدھا جوہڑ کی طرف چل پڑا۔ رات بھر خوب موسلا دھار بارش ہوتی رہی تھی اس لیے موسم خوشگوار تھا۔ پہاڑ اور جنگل دھلے دھلائے اور بڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ کاربٹ جنگل کے مناظر سے لطف اٹھاتا ہوا جب جوہڑ کے قریب پہنچا تو اسے گیلی زمین پر شیر کے پنجوں کے تازہ نشان دکھائی دیے۔ اس جگہ کے قریب ہی سڑک کے کنارے ایک تین فٹ اونچی چٹان تھی جس پر کھڑے ہو کر کاربٹ بھینسے کو دیکھا

کرتا تھا جو چالیس گز کے فاصلے پر ایک درخت کے نیچے بندھا ہوا تھا۔ اب جو کاربٹ نے چٹان پر چڑھ کر اس درخت کی طرف نظر دوڑائی تو بھینسا وہاں سے غائب تھا۔ کاربٹ فوراً چٹان سے نیچے اترا اور اس طرف بڑھا۔ اس نے بغور زمین کا معائنہ کیا تو اسے پتا چلا کہ شیر نے بھینسے کو بارش شروع ہونے سے پہلے ہلاک کیا تھا اور بارش رکنے کے بعد وہاں سے اٹھا کر لے گیا تھا۔ درخت کے نیچے اس نے بھینسے کا کوئی حصہ نہ کھایا تھا۔ گیلی زمین اور بارش سے بھیگے ہوئے پتوں پر شیر کے پنجوں کے نشان موجود تھے۔ کاربٹ نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بھینسے کو اٹھا کر شیر کوئی ایک سو گز سیدھا جانے کے بعد داہنی طرف مڑ گیا تھا۔ وہاں آگے ایک مٹی کا بند تھا۔ بند پر سے گزرتے وقت بھینسا شیر کے منہ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا اور کوئی بیس گز تک لڑھکتا ہوا ایک جھاڑی کے ساتھ جا کر اٹک گیا تھا۔ دوسری مرتبہ جب شیر نے بھینسے کو اٹھایا تو شاید اسے خیال نہ رہا تھا کہ اس نے بھینسے کو لے کر کہاں جانا ہے۔ پہلے تو وہ تقریباً دو سو گز تک داہنی طرف گیا تھا، پھر تقریباً سو گز سیدھا بانسوں کے ایک جھنڈ میں سے گزرنے کے بعد داہنی طرف مڑ گیا تھا۔ دو سو گز مزید چلنے کے بعد وہ ایک چٹان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ کاربٹ نے چٹان کو دیکھا۔ وہ کوئی بیس فٹ اونچی تھی اور ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔ کاربٹ نے اندازہ لگایا کہ چٹان کی دوسری طرف شیر کی کچھار ہوگی اور وہ اپنا شکار یقیناً کچھار ہی میں لے گیا ہوگا۔ یہ سوچ کر کاربٹ بڑی احتیاط سے اور چوکنا ہو کر چٹان کے اوپر چڑھنے لگا۔ جب

وہ چوٹی پر پہنچ گیا تو دوسری طرف دیکھ کر اسے بڑی مایوسی ہوئی۔ وہاں کوئی کچھار نہ تھی۔ بلکہ اس سے آگے پہاڑی کی چڑھائی شروع ہو جاتی تھی۔

کاربٹ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے وہاں بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ نہ صرف اردگرد کے جنگل کا اچھی طرح جائزہ لے سکتا تھا بلکہ وہ جگہ شیر کے حملے سے بھی محفوظ تھی۔ ابھی اسے وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دفعتہً سامنے کی طرف کوئی پچاس گز دور، ایک گھنی جھاڑی میں اسے کوئی سرخ اور سفید سے رنگ کی چیز نظر آئی۔ جنگل میں جب شیر کی تلاش ہو تو دور سے ہر وہ چیز جس کا رنگ سرخ ہو شیر ہی معلوم ہوتی ہے اور اس وقت تو کاربٹ کو شیر کی دھاریاں بھی صاف نظر آ رہی تھیں۔ کاربٹ بڑے غور سے ادھر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے احساس ہوا کہ جسے وہ شیر سمجھ رہا ہے وہ دراصل بھینسے کی لاش ہے۔ جو چیز اسے سرخ نظر آ رہی تھی وہ اس کا گوشت تھا اور سفید اس کی پسلیاں تھیں جن پر سے شیر گوشت اتار کر کھا گیا تھا۔

عام طور پر شیر جب اپنے شکار کو کھلی جگہ چھوڑ جائیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ شکار کے قریب ہی کہیں موجود ہیں۔ کاربٹ کو یقین تھا کہ شیر جھاڑیوں ہی میں کہیں لیٹا ہوگا۔ شیر کو مکھیاں بہت تنگ کیا کرتی ہیں اس لیے وہ زیادہ دیر تک ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتا۔ کاربٹ چٹان پر بیٹھا رہا تاکہ جونہی شیر کوئی حرکت کرے تو وہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کرے۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا لیکن شیر اسے کہیں نظر نہ آیا۔ چنانچہ وہ چٹان سے نیچے اترا اور مردہ بھینسے کی طرف چل پڑا۔

شیر تقریباً آدھا بھینسا کھا چکا تھا۔ آثار سے معلوم ہو رہا تھا کہ شیر کو وہاں سے گئے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کاربٹ کو امید تھی کہ شیر چونکہ خوب پیٹ بھر کے گیا ہے اس لیے وہ زیادہ دور نہیں ہوگا بلکہ وہیں کہیں آس پاس ہی آرام کر رہا ہوگا۔ کاربٹ نے اسے تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد کاربٹ شیر کے پنجوں کے نشانات ڈھونڈ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ربڑ کے ہلکے پھلکے جوتے پہن رکھے تھے جو شیر کا تعاقب کرتے وقت بڑے اچھے ثابت ہوتے ہیں۔ بے آواز قدموں سے چلتا ہوا اور بڑی احتیاط سے اپنے اردگرد دیکھتا ہوا کاربٹ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ کوئی سو گز ہی دور گیا ہوگا کہ ایک جگہ گھاس کے تختے پر اسے شیر کے جسم کا دباؤ نظر آیا۔ اس گھاس پر شیر لیٹ کر گیا تھا۔ کاربٹ غور سے اس جگہ کو دیکھنے لگا۔ گیلی گیلی گھاس پر شیر کے جسم کا نقش صاف نظر آ رہا تھا۔ کاربٹ کے دیکھتے ہی دیکھتے گھاس کی بچھی ہوئی پتیاں اپنے آپ سیدھی ہونے لگیں۔ اس کا مطلب تھا کہ شیر وہاں سے ابھی ابھی اٹھ کر گیا تھا۔ کاربٹ ایکدم ہوشیار ہو گیا اور اس نے گھبرا کر ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ شاید شیر اسے دیکھ کر وہاں سے اٹھ گیا ہے اور اب کہیں آس پاس کی جھاڑیوں میں چھپا اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ لیکن اپنے گرد و پیش کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس کا خیال غلط ہے۔ یہاں سے نہ تو شیر کا شکاری نظر آ رہا تھا اور نہ وہ چٹان جس پر وہ کچھ دیر بیٹھا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ پھر شیر کس وجہ سے اس آرام دہ جگہ سے اٹھ کر گیا ہے۔ یکایک اس کا خیال چمکتے ہوئے سورج کی تیز دھوپ کی طرف گیا اور اسے

یقین ہو گیا کہ شیر ضرور یہاں کی تیز دھوپ سے تنگ آ کر کسی سایہ دار جگہ کی تلاش میں چلا گیا ہوگا۔

گھاس کے اس تختے کے دوسرے کنارے پر ایک بہت بڑا اور گھنی شاخوں والا درخت گرا ہوا تھا۔ کاربٹ کے خیال میں اس درخت کا سایہ شیر کے لیے بڑی آرام دہ جگہ تھی۔ درخت وہاں سے دس فٹ کے فاصلے پر تھا اس لیے کاربٹ کو یقین تھا شیر سایے کی تلاش میں ضرور اسی طرف گیا ہوگا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ درخت کے اردگرد اور اس کی جڑوں کے آس پاس بہت سی گھاس اور خودرو پودے اُگے ہوئے تھے جس کی وجہ سے دوسری طرف صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب شیر کو دیکھنے کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کاربٹ احتیاط سے اس درخت تک جا کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا۔ وہ ایک ایک انچ قدم بڑھاتا ہوا اس درخت کی طرف چل پڑا۔ ابھی اس نے آدھا فاصلہ ہی طے کیا ہوگا کہ اسے اپنے سامنے درخت کے قریب ایک کالی اور زردسی کوئی چیز دکھائی دی جو تقریباً تین انچ لمبی تھی۔ کاربٹ فوراً اپنی جگہ پر رک گیا اور غور سے اس چیز کو دیکھنے لگا۔ وہ شیر کی دم کا آخری حصہ تھا۔ کاربٹ پاؤں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ درخت کی طرف رینگنے لگا حتیٰ کہ اسے شیر کی پچھلی ٹانگیں اور ساری دم نظر آنے لگی۔ یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی کہ شیر بجائے اس پر حملہ کرنے کے بڑے آرام سے سویا ہوا تھا۔ ایک قدم اور آگے بڑھنے سے اسے شیر کا پیٹ بھی نظر آنے لگا۔ کاربٹ اسی طرح احتیاط سے آگے کی طرف کھسکتا گیا۔ اب سارا شیر اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ شیر کا سر گھاس کے چھوٹے سے تختے پر ٹکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند

تھیں اور ناک آسمان کی طرف تھی۔

کاربٹ نے رائفل کے سرے پر سے بڑی آہستگی سے کارک ہٹایا اور شیر کے سر کا نشانہ لے کر لبلبی دبا دی۔ "دھائیں" کی ایک خوفناک آواز بلند ہوئی اور گولی شیر کے مغز کے پرخچے اڑاتی ہوئی گزر گئی۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہلا۔ اس کی ناک اسی طرح آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ رائفل کی دوسری گولی اس کی گردن کے آر پار ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی دونوں زخموں سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں۔ سینکڑوں انسانوں کا قاتل آخر کار خود بھی موت کے گھاٹ اتر گیا۔ کاربٹ حیران تھا کہ وہ آدم خور جسے ہزار کوشش کے باوجود ہلاک نہ کیا جا سکا تھا اب اس کے ہاتھوں یوں آسانی سے مارا گیا۔

شیر کو ہلاک کرنے کے بعد کاربٹ جھونپڑی کی طرف چل دیا۔ اس کے ملازموں نے گولی چلنے کی آواز سن لی تھی۔ وہ بہت سے دوسرے دیہاتیوں کے ساتھ اب اس کی راہ دیکھ رہے تھے کہ کاربٹ آئے اور انھیں کوئی صحیح اطلاع ملے۔ کاربٹ نے جب وہاں پہنچ کر انھیں شیر کے ہلاک ہونے کی خوشخبری سنائی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور اچھلنے کودنے اور ناچنے گانے لگے۔ پھر کاربٹ نے دو مضبوط بانس اور رسے منگوائے تاکہ شیر کو وہاں سے اٹھا کر لایا جائے۔ شیر کو اٹھا کر گھاس کی ایک کھلی جگہ لایا گیا۔ کاربٹ کا خیال تھا کہ وہاں شیر کی کھال اتاری جائے لیکن بہت سے دیہاتیوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ انھیں شیر کو اٹھا کر گاؤں کے قریب لے جانے کی اجازت دے تاکہ گاؤں کی عورتیں بچے اور آس پاس کے دوسرے دیہات کے لوگ شیر کی لاش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ ان کا بدترین دشمن اب مر چکا ہے۔ کاربٹ نے ان کی بات مان لی۔ دیہاتیوں نے شیر کی لاش کو پھر اٹھایا اور کاربٹ کی جھونپڑی کے قریب لا رکھا جہاں بڑی دیر تک لوگ اسے آ آ کر دیکھتے رہے۔

کاربٹ نے اس سے پہلے اندازہ لگایا تھا کہ شیر کی ٹانگ میں ضرور کوئی زخم ہے جس کی وجہ سے وہ اکثر غراتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب اس نے شیر کی کھال اتارتے وقت اس کی ٹانگوں کا معائنہ کیا تو اس کا خیال بالکل درست نکلا۔ شیر کی اگلی بائیں ٹانگ میں اسے جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے سوراخ نظر آئے جن سے سیاہ رنگ کی پیپ رس رہی تھی۔ کھال اتارنے کے بعد کاربٹ نے اس کی ٹانگ کو چیر کر دیکھا تو اس میں سے خار پشت کے پندرہ بیس کے قریب کانٹے نکلے۔ سب سے بڑا کانٹا کوئی پانچ انچ لمبا تھا۔ ان کانٹوں نے اسے ایک مستقل تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس کے آدم خور بننے کا سبب بھی یہی کانٹے تھے۔ کیونکہ ٹانگ میں زخم ہونے کی وجہ سے وہ بھاگ دوڑ نہیں سکتا تھا اور نہ ہی جنگلی جانوروں کا شکار کر سکتا تھا۔ چنانچہ بھوک سے تنگ آ کر اس نے انسانوں کا شکار کرنا شروع کر دیا تھا۔



چوکا کا شیر

کماؤں ڈویژن کی لدھیا وادی میں دریائے ساردا کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کا نام چوکا ہے۔ اس گاؤں کے شمال مغربی کنارے سے کوئی دو فرلانگ آگے چل کر راستہ دو حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک نوٹھک نامی گاؤں کی طرف چلا جاتا ہے اور دوسرا پہاڑیوں میں سے بل کھاتا ہوا ایک دوسرے گاؤں کوٹی کنندی تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔

ایک دن ایک کسان دو بیلوں کے ہمراہ اپنے کھیتوں سے واپس گاؤں کی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ چوکا کے قریب پہنچا تو یکایک ایک شیر جھاڑیوں سے نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ شیر کو دیکھ کر اس شخص نے بڑی جرأت سے کام لیا اور جلدی سے دونوں بیلوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ شیر کو ڈرانے کے لیے بلند آواز میں شور و غل مچانے اور اپنی لاٹھی کو گھمانے لگا۔ لیکن دونوں بیل شیر سے خوف زدہ ہو کر ایکدم سرپٹ گاؤں کی طرف بھاگ اٹھے اور وہ آدمی اکیلا رہ گیا۔ اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کر کے وہ آدمی بھی بڑی تیزی سے گاؤں کی طرف بھاگنے لگا۔ شیر نے جب اپنا شکار ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو وہ بھی اس کے پیچھے لپکا۔ اس آدمی کے کندھوں پر ایک ہل تھا اور اس کی پیٹھ پر ایک بوری تھی جس میں اس نے کچھ ضروری چیزیں باندھ رکھی تھیں۔ شیر نے چھلانگ لگائی اور اس آدمی کو

گردن سے دبوچنے کی کوشش کی لیکن شیر کے دانت بوری میں گڑ گئے۔ اس آدمی کی قسمت اچھی تھی کہ اس نے پھر عقلمندی سے کام لیا اور بوری کو جلدی سے وہیں پھینک کر مدد کے لیے شور مچاتا ہوا گاؤں کی طرف بھاگ اٹھا۔ گاؤں کے لوگ اس کا واویلا سن کر لاٹھیاں لیے اس کی مدد کے لیے نکلے لیکن اتنی دیر تک وہ خود ہی گاؤں پہنچ گیا۔ شیر کا ایک پنجہ اس کے کاندھے پر پڑا تھا جس کی وجہ سے وہاں ایک گہرا زخم آگیا تھا لیکن یہ زخم ایسا خطرناک نہ تھا اس لیے کچھ دیر علاج کرنے کے بعد اچھا ہو گیا۔

چند ہفتوں کے بعد دو آدمی ننک پور کی منڈی سے واپس آرہے تھے۔ جب وہ کوٹی کنڈی کی چڑھائی چڑھ رہے تھے تو ایک شیر ان سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر راستہ کاٹ کر گزرا۔ وہ دونوں آدمی شیر کو دیکھ کر کچھ دیر کے لیے رک گئے تاکہ وہ کچھ دُور چلا جائے تو وہ اپنا سفر شروع کریں۔ لیکن شیر راستے کے قریب ہی ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد جب وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اس جھاڑی کے قریب سے گزرنے لگے تو شیر نے یکایک اگلے آدمی پر حملہ کر دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس آدمی نے بھی سر پر گڑ کی ایک بوری اٹھا رکھی تھی۔ شیر کے دانت اس بوری میں گڑ گئے اور وہ بوری کو اٹھا کر جنگل میں لے گیا۔ وہ آدمی بالکل بچ گیا حتیٰ کہ اس کے جسم پر خراش تک نہ آئی۔ شیر نے اب تک دو ہی آدمیوں پر حملہ کیا تھا لیکن دونوں دفعہ اس کا حملہ ناکام رہا تھا۔ اب شیر محتاط ہو گیا اور اس کے بعد وہ حملے کے لیے ایسے آدمی منتخب کرنے لگا جنھوں نے کسی قسم کا بوجھ نہ اٹھا رکھا ہو۔

چوکا سے کچھ دور ایک قصبہ ہے جس کا نام ٹھک ہے۔ ایک دن کچھ چرواہے جن میں سات جوان آدمی اور دو لڑکے تھے، ٹھک سے کوئی دو سو گز دور اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ مویشی اِدھر اُدھر گھاس میں چرتے پھر رہے تھے اور وہ سب چرواہے ایک بڑے درخت کی چھاؤں میں بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ اچانک ایک چرواہے کو خیال آیا کہ مویشیوں میں سے ایک بچھڑا غائب ہے۔ انھوں نے ایک لڑکا بچھڑے کو ڈھونڈنے کے لیے جنگل کی طرف بھیج دیا۔ خود وہ درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں لیٹ کر سو گئے اور سہ پہر تک سوتے رہے۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو جنگل سے ایک ہرن کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ انھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن انھیں وہ لڑکا کہیں نظر نہ آیا جسے انھوں نے صبح بچھڑے کا پتا کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ انھوں نے دوسرے لڑکے سے کہا کہ وہ اسے ڈھونڈ کر لائے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے پڑا سو رہا ہو گا۔ لیکن جونہی دوسرا لڑکا جنگل میں داخل ہوا، مویشی ایک دم افراتفری کے عالم میں ندی کی طرف بھاگ اُٹھے۔ دفعتاً ایک شیر ان مویشیوں کے پیچھے سے نمودار ہوا اور ان ساتوں چرواہوں کے دیکھتے دیکھتے اس نے ایک گائے کو ہلاک کر دیا۔ شیر کو دیکھ کر وہ سب زور زور سے شور مچانے اور چیخنے چلانے لگے۔ گاؤں کے لوگوں نے چرواہوں کا شور سنا تو ان کی مدد کے لیے بھاگے بھاگے وہاں پہنچے۔ ان میں دونوں لڑکوں کے والدین بھی تھے۔ چرواہوں کی زبانی جب انھیں پتا چلا دونوں لڑکے جنگل میں گئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے اور یہ کہ شیر نے ابھی ابھی ندی کے کنارے ایک گائے کو ہلاک کر دیا ہے تو وہ بڑے گھبرائے

اور رونے پیٹنے لگے۔ لیکن باقی لوگوں نے انھیں تسلّی دی اور ان دونوں لڑکوں کی تلاش میں وہ سب ایک گروہ بنا کر جنگل میں داخل ہو گئے۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ایک جھاڑی کے قریب انھیں پہلے لڑکے کی لاش مل گئی۔ شیر نے اس کے جسم کا کچھ حصّہ کھا بھی لیا تھا۔ اس کے قریب ہی دوسرا لڑکا بھی مرا پڑا تھا۔ دونوں لاشوں سے کچھ فاصلے پر انھیں مُردہ بچھڑا بھی مل گیا۔ بعد میں جب کرنل جم کاربٹ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو اس نے اندازہ لگایا کہ اس روز شیر مویشیوں کے آس پاس ہی اس جھاڑی کے قریب لیٹا ہوا تھا۔ جب وہ بچھڑا چرتا ہوا شیر کے قریب پہنچا تو اس نے بچھڑے کو شکار کر لیا، اور ابھی وہ بچھڑے کو اٹھا کر کہیں لے جانے بھی نہ پایا تھا کہ پہلا لڑکا اس کی تلاش میں وہاں آن پہنچا اور شیر نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد شیر اپنے شکاروں کے قریب سہ پہر تک لیٹا رہا۔ دوسرا لڑکا بھی بدقسمتی سے سیدھا اسی جگہ شیر کے قریب ہی آنکلا اور شیر کا شکار ہو گیا۔ دوسرے لڑکے کو بچانے کے لیے مویشی اکٹھے ہو کر شیر کی طرف بڑھے تھے اور اسے بھگا دیا تھا لیکن بعد میں وہ خود بھی ڈر کر افراتفری کے عالم میں بھاگ اٹھے اور شیر نے واپس پلٹ کر ایک گائے کو ہلاک کر دیا اور اس طرح ان سے بدلا لیا۔ ممکن ہے وہ غصّے کے عالم میں اور بھی مویشیوں کو مارتا لیکن مویشیوں کی بھگدڑ اور چرواہوں کا شور سن کر وہ واپس جنگل میں چلا گیا۔

اس واقعے کے کچھ دن بعد کا ذکر ہے کہ دو چھوٹے چھوٹے لڑکے جو ایک دوسرے کے بھائی تھے، ٹھیک سے کوئی دو سو گز دور ایک کھیت میں اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ شام کے وقت ان کی ایک گائے چرتی چرتی قریب کی جھاڑیوں کے ایک

جھنڈ کی طرف چلی گئی۔ دونوں لڑکے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے گائے کو واپس ہنکالانے کے لیے اس طرف بڑھنے لگے۔ بڑا لڑکا آگے تھا اور چھوٹا پیچھے۔ وہ دونوں ایک جھاڑی کے قریب سے گزر رہے تھے کہ دفعتہً ایک شیر نے چھلانگ لگائی اور بڑے لڑکے کو دبوچ لیا۔ چھوٹا لڑکا خوف زدہ ہو کر اُلٹے قدموں گاؤں کی طرف بھاگا اور چوپال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے قریب آن گرا۔ وہ اس قدر سہما ہوا تھا کہ اس کی زبان سے بات نہ نکلتی تھی۔ وہ بُری طرح رو رہا تھا، اس کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ چوپال میں بیٹھے ہوئے سارے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کا خوف دُور کرنے کے لیے اسے تسلّی دینے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکے کو کچھ حوصلہ ہوا تو اس نے گھگھیاتے ہوئے بتایا کہ جھاڑیوں میں اس کے بھائی کو ایک سرخ رنگ کے بڑے سے جانور نے ہلاک کر دیا ہے۔ لڑکے کی بات سن کر دیہاتیوں کا ایک گروہ فوراً جنگل کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ لڑکے کو تلاش کیا جائے۔ لیکن رات ہو جانے کی وجہ سے وہ جنگل میں صرف ایک میل جا کر ہی لوٹ آئے۔ دوسرے دن آس پاس گاؤں کے لوگوں کی مدد سے وہ پھر جنگل میں لڑکے کی تلاش میں گئے لیکن سرتوڑ کوششوں کے باوجود انھیں سوائے اس لڑکے کی سرخ ٹوپی کے اور کچھ نہ مل سکا۔

ان وارداتوں سے اس علاقے کے باشندے بے حد خوف زدہ ہو گئے اور بالآخر تنگ آ کر وہ اپنے گھروں کو چھوڑ چھاڑ کر دوسرے محفوظ علاقوں کو جانے لگے۔ اسی دوران میں حکومت کی طرف سے کئی شکاری اس علاقے میں شیر کو مارنے کے لیے بھیجے گئے لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بعض شکاریوں کو اگر شیر ملا بھی تو وہ سوائے اسے

دو ایک بار زخمی کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیر پہلے سے زیادہ خونخوار ہو گیا اور زیادہ تیزی سے انسانی جانوں کا شکار کھیلنے لگا۔ انھیں دنوں کرنل جم کاربٹ کا دوست ایبٹ سن کماؤں ضلع کا ڈپٹی کمشنر بنا تو اس نے لوگوں کو اس آدم خور سے نجات دلانے کا تہیہ کر لیا۔ ایبٹ سن خود بڑا اچھا شکاری تھا اور وہ اس سے پیشتر بھی کاربٹ کے ساتھ مل کر کئی بار شیروں کا شکار کھیل چکا تھا۔ چنانچہ اس نے کاربٹ کو دعوت دی کہ وہ اس کے ہمراہ چل کر اس شیر کو بھی شکار کرنے میں اس کا ساتھ دے۔ کاربٹ نے اپنے دوست کی دعوت پر فوراً تیاری کر لی اور وہ اپنا ضروری سامان اور ملازموں کو لے کر چوکا کی طرف روانہ ہو گئے۔ شیر کو ترغیب دینے کے لیے انھوں نے چھ جوان بھینسے پہلے ہی بھیج دیے تھے۔ جب وہ کئی دن کے پیدل سفر کے بعد چوکا پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ گزشتہ تین دن سے ان بھینسوں کو جنگل میں مختلف جگہوں پر باندھا ہوا ہے لیکن ان میں سے ابھی تک کوئی بھینسا شیر نے ہلاک نہیں کیا۔ صرف ایک بھینسے کے قریب ایک شیر کے پنجوں کے نشان دیکھے گئے ہیں۔

چار دن اور گزر گئے لیکن شیر نے کسی بھینسے کو کچھ نہ کہا۔ پانچویں دن انھیں اطلاع ملی کہ شیر ایک بھینسے کو ہلاک کر کے لے گیا ہے۔ یہ بھینسا شیر نے وہاں ہلاک کیا تھا جس جگہ وہ دو لڑکوں اور ایک بچھڑے کو شکار کر چکا تھا۔ یہ خبر ملتے ہی کاربٹ اور ایبٹ سن فوراً اس طرف روانہ ہو گئے۔ شیر بھینسے کو ہلاک کرنے کے بعد اٹھا کر ایک پہاڑی کی طرف لے گیا تھا۔ ایک جگہ دو تنگ سی چٹانوں کے درمیان بھینسے کے سینگ پھنس گئے تھے جس کی وجہ شیر اسے وہاں سے نکال نہ سکا اور اسے

وہیں چھوڑ گیا۔ جہاں شیر بھینسے کی لاش کو چھوڑ کر گیا تھا اس سے بیس گز کے فاصلے پر جامن کا ایک تناور درخت تھا۔ مچان بنانے کے لیے وہ ایک اچھا درخت تھا چنانچہ کاربٹ نے ایبٹ سن اور اپنے ایک ملازم کے ساتھ مل کر اس پر مچان باندھی اور پھر وہ ایک سایہ دار جھاڑی کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ جنگل میں پرندوں کی تیز تیز آوازیں سنائی دیں۔ کاربٹ جلدی سے اپنی مچان پر چڑھ گیا اور ایبٹ سن اپنے ملازم کے ساتھ واپس کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایبٹ سن کے جانے کے پندرہ منٹ بعد تک جنگل میں پرندوں کی تیز تیز آوازیں سنائی دیتی رہیں جس کا مطلب تھا کہ شیر حرکت کر رہا ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ کاربٹ سمجھ گیا کہ شیر پھر کہیں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا ہے۔ وہ شام سے پہلے بھینسے کے قریب نہ آنا چاہتا تھا۔ وقت گزر رہا تھا حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ پھر رات کے سایے آہستہ آہستہ گہرے ہونے لگے۔ اتنے میں ایک ہرن کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ کاربٹ اس آواز کو سن کر ہوشیار ہو گیا۔ شیر غالباً اسی طرف آ رہا تھا۔ کاربٹ کے سامنے درخت کی ایک شاخ تھی جس پر اس نے رائفل کی نالی رکھی ہوئی تھی۔ شیر کے آنے پر اس نے صرف نشانہ لے کر لبلبی دبا دینی تھی اور بس۔ لیکن شیر کا تو ابھی کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ رات گزرتی جا رہی تھی اور کاربٹ شیر کے انتظار میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر راستے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے درخت سے کوئی دو سو گز دور ایک ہرن کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ کاربٹ کی تمام امیدیں ٹوٹ گئیں کیونکہ ہرن کی آواز

سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ شیر اب واپس جا رہا ہے۔ اتنی دیر وہ اپنے شکار کے ارد گرد منڈلانے کے بعد آخر کار لوٹ گیا تھا۔ کاربٹ سوچ رہا تھا کہ شیر واپس کیوں جا رہا ہے۔ جلد ہی اسے سمجھ آگئی کہ جب وہ درخت پر مچان باندھ رہے تھے اس وقت شیر نے انھیں دیکھ لیا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے شکار کے پاس آنے سے کترا رہا تھا۔ اس سے پہلے چند شکاریوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر وہ اب کافی سیانا ہو گیا تھا۔ اب وہ مچان پر بیٹھے ہوئے شکاریوں کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ چنانچہ وہی بات ہوئی۔ کاربٹ کی ساری رات شیر کے انتظار میں جاگتے گزر گئی لیکن شیر نے پھر اس طرف کا رُخ بھی نہ کیا۔

صبح وہ درخت سے اترا اور قریب کی ایک جھاڑی میں چھپائی ہوئی تھرمس سے چائے پی کر تھکا ہارا گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوپہر تک آرام کرنے کے بعد وہ پھر شیر کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں اسے اطلاع ملی کہ جنگل میں بندھے ہوئے بھینسے کے قریب ایک ہرن کی آواز سنی گئی ہے۔ کاربٹ جو ٹھک کی پہاڑیوں کے آس پاس شیر کا کوئی سراغ لگانے کی کوشش کر رہا تھا، فوراً اس طرف روانہ ہو گیا۔ بھینسے کے قریب ہی ایک درخت پر مچان باندھ کر کاربٹ شام کے وقت اس پر چڑھ گیا اور شیر کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ بھینسے کے آگے کافی چارا ڈال دیا گیا تھا۔ اس کے گلے میں ایک گھنٹی بندھی ہوئی تھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ شیر کو اس کی آواز سن کر پتا چل جائے کہ یہاں اس کے لیے ایک شکار موجود ہے۔ گھنٹی مسلسل بجتی رہی مگر شیر کی آواز صرف ایک بار کوئی ہزار گز کے فاصلے پر سنائی دی اور اس کے بعد رات بھر خاموشی چھائی رہی۔

شیر نے بھینسے کی گھنٹی سننے کے باوجود اس طرف رُخ نہ کیا تھا۔ کاربٹ نے اندازہ لگایا کہ شیر بے حد چالاک اور ہوشیار ہے۔ اس نے پھر کاربٹ کو مچان پر دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے وہ محتاط ہو گیا تھا اور بھینسے کے قریب نہ پھٹکا تھا۔

صبح ہونے پر کاربٹ مایوس ہو کر واپس کیمپ چلا آیا۔ وہاں آکر اسے پتا چلا کہ ایبٹ سن اس کے آنے سے پہلے ہی ایک اور جگہ جا چکا ہے۔ ایبٹ سن کو اطلاع ملی تھی کہ لدھیا وادی سے آٹھ میل پرے شیر نے ایک بیل کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایبٹ سن ساری رات اس بیل کے قریب مچان پر بیٹھ کر شیر کا انتظار کرتا رہا لیکن شیر واپس اپنے شکار کے پاس نہ آیا۔ ناچار ایبٹ سن بھی دوسرے دن شام کے وقت، ناکام، کیمپ لوٹ آیا۔

اس روز کاربٹ ابھی ناشتہ کر رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ جنگل میں دریا کے کنارے جو بھینسا بندھا ہوا تھا اسے شیر ہلاک کر کے کہیں لے گیا ہے۔ کاربٹ ناشتے سے فارغ ہو کر اور چند ملازموں کو ساتھ لے کر بھینسے کا کھوج لگانے کے لیے چل پڑا۔ جب وہ اس درخت کے پاس پہنچے جہاں بھینسا بندھا ہوا تھا تو کاربٹ کو سوائے ایک ٹوٹے ہوئے رسّے اور شیر کے پنجوں کے نشانوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ کاربٹ حیران تھا کہ بھینسے کو شیر ہلاک کیے بغیر کس طرح لے گیا ہے۔ آخر بڑی تلاش کے بعد درخت سے کچھ فاصلے پر اسے خون کی ایک لکیر نظر آگئی۔ شیر ہمیشہ اپنے شکار کی گردن پر حملہ کر کے اسے ہلاک کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ جانور کو کمر یا گردن سے دبوچ کر لے جاتا ہے۔ کاربٹ نے اندازہ لگایا کہ شیر بھینسے کو ہلاک کرتے ہی گردن سے پکڑ کر چل پڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ

بھینسے کی گردن سے بہنے والا خون زمین پر گرنے کی بجائے شیر کے منہ میں گرتا
کاربٹ کو خون کی جو لکیر ملی تھی وہ غالباً شیر کے منہ سے ہو کر بہا ہوا خون تھا۔

کاربٹ اپنے آدمیوں کے ہمراہ خون کی اس لکیر پر چل پڑا۔ وہ بڑی احتی
سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہے
کاربٹ نے رائفل سیدھی کی ہوئی تھی تاکہ اگر شیر اچانک کہیں سے نکل آئے تو
فوراً اس پر گولی چلا سکے۔ اس وقت وہ اکیلا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ کچھ آد
بھی تھے جن کی جانوں کی حفاظت کرنا اس کا فرض تھا۔ چلتے چلتے جب وہ دریا
تنگ پاٹ کے قریب پہنچے تو دفعتاً انھیں بیس گز دور گھنی جھاڑیوں میں شیر کی
غراہٹ سنائی دی۔ وہ سب ایکدم اپنے قدموں پر ہی رک گئے۔ کاربٹ
غور سے دیکھا لیکن جھاڑیوں میں چھپا ہوا شیر اسے نظر نہ آسکا۔ اس جگہ ش
پلہ بھاری تھا۔ شیر انھیں دیکھ رہا تھا لیکن وہ شیر کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس
میں اگر وہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تو یقیناً نقصان اٹھاتے۔ چنانچہ کاربٹ
نے عقلمندی سے کام لیا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ الٹے قدموں آہستہ آہستہ د
چلنے لگا۔ جب وہ کچھ دور آگئے تو کاربٹ نے یہ سوچ کر کہ سب آدمیوں کی جا
خطرے میں کیوں ڈالی جائے انھیں واپس گاؤں چلے جانے کو کہا لیکن وہ شیر سے
قدر خوف زدہ ہو چکے تھے کہ بغیر رائفل کی حفاظت کے واپس جانے پر تیار نہ ہو
اب اگر کاربٹ انھیں گاؤں چھوڑنے جاتا تو آنے جانے میں تقریباً دو گھنٹے ضا
ہو جاتے تھے۔ مجبور ہو کر اس نے انھیں اپنے ساتھ ہی رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

کاربٹ کا ارادہ تھا کہ شیر پر پیچھے سے حملہ کیا جائے۔ اس مقصد کے

وہ دریا کے کنارے کی چڑھائی چڑھنے کے بعد تقریباً دو سو گز پیچھے ہٹ گئے۔ وہاں سے وہ بائیں طرف مڑ گئے۔ دو سو گز مزید چلنے کے بعد وہ پھر بائیں طرف کو ہو گئے۔ اب وہ شیر کے صرف دو سو گز پیچھے تھے۔ یہاں ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر وہ ایک جھاڑی کے قریب بیٹھ گئے اور شیر کی کسی حرکت کا انتظار کرنے لگے۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ تب ایک آدمی نے اچانک کاربٹ کو اشارہ کیا۔ اس نے دیکھا شیر پہاڑی چڑھ رہا تھا۔ موقع ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا اس لیے جونہی ایک چٹان کے پیچھے سے کاربٹ کو اس کی گردن نظر آئی اس نے گولی چلا دی۔ شیر نے واپس چھلانگ لگائی اور جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ کاربٹ کا خیال تھا کہ شیر کو گولی نہیں لگی مگر اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ شیر زخمی ہو گیا ہے۔ بعد میں کاربٹ کا خیال صحیح نکلا کیونکہ جس چٹان پر اس نے گولی چلائی تھی وہاں صرف شیر کی گردن کے کچھ جھڑے ہوئے بال پڑے تھے لیکن خون کا کہیں نشان نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا تھا کہ گولی شیر کی گردن کے بالوں میں سے گزر گئی تھی۔ کیسا عجیب اتفاق تھا۔

چار دن بعد ٹھاک کے نمبردار نے اطلاع دی کہ شیر نے جنگل میں بندھا ہوا ایک بھینسا ہلاک کر دیا ہے۔ کاربٹ اور ایبٹسن نے ٹھاک جانے کے لیے ضروری تیاری کی اور دو ملازموں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ شیر بھینسے کو ہلاک کرنے کے بعد اٹھا کر وادی میں لے گیا تھا۔ وہ شیر کے پنجوں اور خون کے دھبوں کو دیکھتے ہوئے وادی کی طرف چل پڑے۔ درختوں اور جھاڑیوں میں سے وہ بڑے محتاط ہو کر گزر رہے تھے۔ کئی گھنٹوں کی تلاش کے

بعد آخر انھیں ایک چھتری نما گھنے درخت کے نیچے بھینسے کی لاش مل گئی۔ شیر نے اسے پتوں اور ٹہنیوں سے چھپا دیا تھا۔ بیل کی لاش ابھی سالم پڑی تھی۔ شیر نے اسے بالکل نہیں کھایا تھا۔ اتنا لمبا سفر کرنے کے بعد وہ چاروں بُری طرح تھک گئے تھے اس لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر چائے وغیرہ پینے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ کاربٹ اس اثنا میں مچان بنانے کیلیے کوئی مناسب سا درخت تاڑ رہا تھا۔ بیل کی لاش سے کوئی ۳۰ گز دور اسے ایک درخت پسند آگیا۔ چنانچہ کاربٹ کے کہنے پر دونوں ملازم اٹھے اور درخت پر مچان بنانے لگے۔ اس اثنا میں کاربٹ اور ایبٹ سن زور زور سے باتیں کرتے رہے تاکہ اگر شیر کہیں آس پاس موجود بھی ہو تو تھوڑی دیر کے لیے وہاں سے ہٹ جائے۔ جب مچان تیار ہو گئی تو کاربٹ اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور ایبٹ سن ملازموں کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا گیا۔

مچان پر بیٹھے بیٹھے کاربٹ نے اپنے اردگرد دیکھا۔ جس درخت پر وہ بیٹھا تھا اس کے نیچے کوئی بیس گز چوڑی جگہ بالکل ہموار تھی۔ اس کے بعد ایک گھاٹی شروع ہو جاتی تھی جس کے آخر پر گھنی جھاڑیوں اور لمبی لمبی گھاس کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایبٹ سن کو وہاں سے گئے ہوئے بمشکل پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ جنگل میں ایک بندر زور زور سے چلّانے لگا۔ کاربٹ کا منہ اس وقت پہاڑی کی طرف تھا اور بیل کی لاش اس کی بائیں طرف تھی۔ بندر ابھی چھ سات مرتبہ ہی چلّایا ہو گا کہ کاربٹ کو دائیں جانب گھاٹی کے نیچے ایک خشک ٹہنی کے چٹخنے کی آواز سنائی دی۔ کاربٹ نے فوراً اس طرف دیکھا۔ شیر گھاٹی پر چڑھنے کے بعد اب درخت کی طرف آ رہا تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھتا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا

شیر درخت کے نیچے آن کر کھڑا ہو گیا۔ کاربٹ کو یقین تھا کہ شیر نے اسے نہیں دیکھا۔ کیونکہ شیر نے ایک بار بھی سر اُٹھا کر اوپر نہ دیکھا تھا۔ چند لمحے کھڑے رہنے کے بعد شیر آرام سے خشک پتوں پر لیٹ گیا۔ کاربٹ مچان پر بالکل بت بنا بیٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے اگر ذرا سی بھی حرکت کی تو شیر فوراً جاگ جائے گا۔ شیر اس وقت مچان کے بالکل نیچے لیٹا ہوا تھا اس لیے کاربٹ کو اس کی صرف دُم اور پچھلی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ کاربٹ اب اس انتظار میں تھا کہ شیر اٹھ کر شکار کی طرف جائے تو وہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کرے۔ لیکن شیر تو بڑے آرام سے آنکھیں بند کر کے سو رہا تھا۔ دوپہر بڑی گرم تھی۔ اس لیے شیر یہاں اچھی سایہ دار جگہ دیکھ کر لیٹ گیا تھا۔ کاربٹ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے شیر اس آرام دہ جگہ پر شام تک سوتا رہے۔ اس صورت میں اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے اس پر گولی چلانا مشکل ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے نشانہ خطا ہو جانے کی وجہ سے شیر پھر بچ نکلے۔ آج اتفاق سے اسے بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا تھا اور کاربٹ اس موقع کو کھونا نہ چاہتا تھا۔ اس نے شام تک انتظار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور شیر پر اسی وقت گولی چلانے کا ارادہ کر لیا۔

کاربٹ نے بے حد احتیاط کے ساتھ بالکل آہستہ آہستہ اپنی ٹانگیں اوپر کیں تاکہ کسی قسم کی آہٹ پیدا نہ ہو سکے۔ پھر تنے پر کھڑے ہو کر اس نے شیر کی طرف دیکھا، اب وہ آدھے سے زیادہ نظر آ رہا تھا۔ کاربٹ نے خدا کا نام لے کر اپنی پشت ایک شاخ سے لگا کر نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ شیر اتنے زور سے گرجا کہ جنگل گونج اٹھا۔ وہ بجلی کی طرح اچھلا اور گھاٹی اترنے لگا۔ کاربٹ

ایکدم مڑا اب شیر اس کے بالکل سامنے تھا۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کاربٹ نے پھر نشانہ لیا اور دوسری گولی شیر کے سینے میں اُتار دی۔ شیر تیورا کر گرا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

کاربٹ درخت سے نیچے اترا اور اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا۔ وہ بے حد خوش تھا کہ وہ اس خونخوار مردم خور درندے کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ گاؤں کی طرف چل پڑا۔ ایبٹ سن اور اس کے دونوں ساتھیوں نے جب اُوپر تلے دو گولیوں کی آوازیں سُنیں تو انھوں نے بھی سمجھ لیا کہ کاربٹ نے شیر کو شکار کر لیا ہے چنانچہ وہ رستے ہی سے مڑ کر اس کی طرف چل پڑے۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں آئے تھے کہ کاربٹ انھیں اپنی طرف آتا نظر آیا۔ جب وہ قریب پہنچا انھوں نے اسے مبارک باد دی اور پھر چاروں گاؤں کی طرف چل پڑے تاکہ شیر کو اٹھانے کے لیے کچھ اور آدمی اکٹھے کر کے لائیں۔

دابیدھر کا شیر

ان دنوں کرنل جم کاربٹ دابیدھر سے الموڑا جانے والی سڑک پر ایک آدم خور چیتے کو ہلاک کرنے کی کوشش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ ایک روز کاربٹ کو اطلاع ملی کہ چیتے نے دابیدھر کے گاؤں میں ایک آدمی کو ہلاک کر دیا ہے۔ کاربٹ یہ اطلاع ملتے ہی اپنے ملازموں کو ہمراہ لے کر بیدھر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سامان ڈاک بنگلے میں رکھوایا اور چائے بنوا کر پینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ایک پرانا دوست وہاں آپہنچا۔ یہ دابیدھر کے مندر کا بوڑھا پجاری تھا جن دنوں کاربٹ چمپاوت کے آدم خور[۱] کے شکار کے لیے اس علاقے میں مصروف تھا تو وہ پجاری اس کا دوست بن گیا تھا۔ اس نے کاربٹ کو تھوڑی دیر پہلے مندر کے قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔ اب وہ اپنی پُوجا پاٹھ ختم کر کے اسے ملنے کے لیے آیا تھا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد کاربٹ نے اس سے پوچھا۔

"میں نے سنا ہے کل یہاں آدم خور چیتے نے ایک آدمی کو ہلاک کر دیا تھا"

پجاری نے مسکرا کر سر ہلایا اور اسے بتلانے لگا۔

---

۱ : اس خوفناک شیرنی کی کہانی "آدم خور شیرنیاں" میں پڑھیے۔

”وہ آدمی ہلاک نہیں ہوا تھا بلکہ ہلاک ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔“

”وہ کس طرح؟“ کاربٹ نے پوچھا۔

”وہ آدمی دراصل ایک مسافر تھا۔ رات گزارنے کے لیے وہ مندر میں آیا اور میرے منع کرنے کے باوجود باہر چبوترے پر سو گیا۔ آدھی رات کے قریب چیتا دبے پاؤں آیا اور اسے ٹخنے سے پکڑ کر گھسیٹنا چاہا۔ وہ آدمی گھبرا کر اٹھا اور جلدی سے، پاس ہی جلتے ہوئے، آگ کے الاؤ سے ایک سلگتی ہوئی لکڑی اٹھا کر زور سے چیتے کو دے ماری۔ چیتا اس اچانک حملے سے ڈر گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ اتنے میں مندر میں سوئے ہوئے دوسرے پجاری بھی اس آدمی کا شور و غل سن کر اس کی مدد کو پہنچ گئے جس پر چیتا ڈر کر بھاگ گیا۔ اس شخص کے زخم زیادہ خطرناک نہیں تھے چنانچہ گاؤں کے وید نے ان پر مرہم لگا دی اور وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

بوڑھے پجاری کی یہ باتیں سن کر کاربٹ کو اندازہ ہو گیا کہ آدم خور چیتا وا بید ھر کے آس پاس ہی موجود ہے۔ چنانچہ اس نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں اسے چیتے کے تازہ ترین شکاروں کے بارے میں خبریں جلد از جلد، اور بڑی آسانی سے، مل سکتی تھیں۔

باتوں باتوں میں کاربٹ نے پوچھا۔

”پنڈت جی یہ تو بتائیے کہ یہاں شکار کس جگہ آسانی سے مل سکتا ہے۔ میرے آدمیوں نے گوشت کئی روز سے نہیں چکھا۔ وہ اب منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے گوشت کی ضرورت بری طرح محسوس کر رہے ہیں۔“



پنڈت جی کاربٹ کی بات سن کر مسکرائے اور مذاق سے بولے۔

"یہاں مندر کا شیر موجود ہے۔ اس کا شکار کیجیے نا!"

"نہیں پنڈت جی!" کاربٹ نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ کے مندر کے شیر کو شکار کرنے کا میرا فی الحال کوئی ارادہ نہیں۔" اس پر پنڈت جی نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور پھر بولے۔

"نہیں کرنل صاحب! آپ بڑی خوشی سے اس شیر کو شکار کر سکتے ہیں مجھے ہرگز کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن ایک بات یاد رکھیے کہ وہ شیر کوئی عام شیر نہیں ہے۔ اسے نہ تو آپ شکار کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور شکاری۔"

پھر ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئیں اور شیر کی بات آئی گئی ہو گی۔

دوسرے دن کاربٹ ڈاک بنگلے میں دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا کہ ایک دیہاتی اس کے پاس آیا۔ اسے مندر کے پجاری سے پتا چلا تھا کہ کاربٹ شکار کھیلنا چاہتا ہے وہ اسے کچھ بارہ سنگھوں کا پتا بتانے آیا تھا۔ کاربٹ کھانے سے فارغ ہو کر اس کے ساتھ شکار کھیلنے کے لیے چل پڑا۔ اس کے پاس اس وقت ایک بالکل نئی رائفل تھی جو اس نے کچھ عرصہ پہلے کلکتے میں اپنے ایک اسلحہ بیچنے والے دوست سے خریدی تھی۔

دابیدھر کے باہر دیودار کے درختوں کا ایک وسیع جنگل تھا۔ کاربٹ جب اپنے ساتھی کے ہمراہ اس جنگل میں پہنچا تو دیہاتی نے مشرق کی طرف گھاس کے وسیع ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بتایا کہ بارہ سنگھے اس جگہ گھاس چرنے کے لیے آیا کرتے ہیں۔ کاربٹ کی رائفل کوئی سو گز تک مار کر سکتی تھی۔ گھاس کا ٹکڑا وہاں

سے کوئی تین سو گز دور تھا اس لیے کاربٹ نے وہیں بیٹھ کر شکار کھیلنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ دونوں اسی جگہ درختوں کے سایے میں بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ یکایک کاربٹ کی نظر سامنے، کچھ دور، آسمان پر منڈلاتے ہوئے گدھوں اور چیلوں پر پڑی۔ اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ گھاس کے ٹکڑے کے اس پار ایک گاؤں ہے۔ وہاں کوئی مویشی مر گیا ہوگا۔ گدھ اور چیلیں اسی مردار کو کھانے کی فکر میں ہوں گے۔ کاربٹ کی اس بات سے تسلی نہ ہوئی، اس نے سوچا ہو سکتا ہے اس جگہ آدم خور چیتے نے کوئی نیا شکار کیا ہو۔ اس نے خود وہاں جا کر پتا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید وہاں سے چیتے کا کوئی سراغ مل جائے۔ کاربٹ نے دیہاتی کو ساتھ لیا اور اس طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کا ساتھی جسے "گاؤں" کہہ رہا تھا، وہ صرف ایک جھونپڑی تھی۔ جھونپڑی سے کچھ دور ایک بیل مرا پڑا تھا۔ اور گدھ اس کا گوشت نوچ نوچ کر، شور مچاتے ہوئے، کھا رہے تھے۔ اتنے میں جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک کسان نکلا۔ کاربٹ نے اس سے بیل کے متعلق پوچھا تو وہ بچارا بڑے دکھ بھرے لہجے میں اسے بتانے لگا کہ اس کا بیل ایک شیر نے ہلاک کر دیا ہے۔ کاربٹ کو یہ سن کر قدرے مایوسی ہوئی کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ بیل کو چیتے نے ہلاک کیا ہوگا۔ چنانچہ مایوس ہو کر جب وہ جانے لگا تو کسان گڑگڑاتے ہوئے اس سے کہنے لگا کہ آپ اس وقت بارہ سنگھوں کا خیال چھوڑ کر اس شیر کو ہلاک کر دیں۔ ورنہ اگر وہ اسی طرح ہمارے مویشیوں کو ہلاک کرتا

رہا تو میرے بال بچے بھوکوں مرنے لگیں گے۔ اس کی التجا سن کر کاربٹ نے اس شیر کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کام وہ صرف دیہاتیوں کی سہولت کے لیے کرنا چاہتا تھا۔ شیر آدم خور نہیں تھا اس لیے اسے ہلاک کرنا کاربٹ کے لیے ضروری نہ تھا مگر یہ سوچ کر کہ شیر مویشیوں پر ہاتھ صاف کر کر کے انھیں کنگال کر دے گا۔ اس نے کسانوں کو آدم خور چیتے کے ساتھ ساتھ اس مصیبت سے بھی نجات دلانے کا تہیہ کر لیا۔

کاربٹ اپنے ساتھی اور کسان کو اسی جگہ، چھوڑ کر خود شیر کا کوئی سراغ لگانے کے لیے چل پڑا۔ سب سے پہلے اس نے مردہ بیل کے آس پاس اچھی طرح جائزہ لیا لیکن زمین پتھریلی تھی اس لیے وہاں اسے شیر کے پنجوں کے نشانات نظر نہ آئے۔ کاربٹ اندازاً ہی کچھ دُور بہنے والی ایک برساتی ندی کی طرف چل پڑا۔ وہاں ہموار اور گیلی زمین پر اسے ایک بھرپور جوان شیر کے پنجوں کے نشان مل گئے۔ ان نشانوں کو دیکھنے سے پتا چلتا تھا کہ شیر اپنا شکار کھانے کے بعد ندی کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف گیا ہے۔ کاربٹ کو یقین تھا کہ شیر جس راستے سے گیا ہے اسی سے واپس بھی آئے گا۔ جھونپڑی کے آس پاس کوئی موزوں درخت نہیں تھا اس لیے کاربٹ نے شیر کے راستے ہی میں کوئی مچان بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ جس جگہ کاربٹ کھڑا شیر کے پنجوں کو دیکھ رہا تھا وہاں پاس ہی دیودار کا درخت تھا جس پر جنگلی گلاب کی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ درخت کی ایک موٹی سی شاخ ندی پر جھکی ہوئی تھی۔ کاربٹ اپنی رائفل زمین پر رکھ کر درخت پر چڑھ گیا۔ اس کے دونوں تنوں کے درمیان ایک بڑی اچھی جگہ تھی کاربٹ وہاں، شیر کی گھات

میں، بڑے آرام سے بیٹھ سکتا تھا۔

جھونپڑی میں واپس آکر کاربٹ نے دیہاتیوں کو بتایا کہ وہ اپنی دوسری رائفل لانے کے لیے ڈاک بنگلے جا رہا ہے۔ اس پر کاربٹ کے ایک ساتھی نے اسے کہا کہ آپ یہاں آرام کریں میں ڈاک بنگلے جا کر آپ کی رائفل لے آتا ہوں۔ کاربٹ نے اسے چند ضروری ہدایات دیں اور وہ رائفل لانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ کاربٹ وہیں بیٹھ کر کسان سے باتیں کرنے لگا۔

شام کے وقت وہ دیہاتی اور کاربٹ کا ملازم بالا سنگھ وہاں پہنچ گئے لیکن وہ رائفل نہیں لائے تھے۔ کاربٹ کے پوچھنے پر بالا سنگھ نے بتایا کہ رائفل کے کارتوس سوٹ کیس میں بند تھے اور کاربٹ نے سوٹ کیس کی چابیاں نہیں بھیجی تھیں اس لیے وہ رائفل نہ لا سکا تھا کیونکہ بغیر کارتوسوں کے رائفل بیکار تھی۔ کاربٹ جھلایا تو بہت، لیکن غلطی اس کی اپنی تھی اس لیے خاموش رہا۔ اب اسے نئی رائفل ہی سے شیر کا شکار کرنا تھا۔

شام کے سایے پھیلنے سے کچھ دیر پہلے کاربٹ جھونپڑی سے اٹھا اور ندی کی طرف چل پڑا جہاں اس نے درخت پر شیر کی گھات میں بیٹھنا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ سورج دور بلند پہاڑیوں اور گھنے درختوں کے پیچھے چھپ گیا۔ شفق کی سرخی ختم ہو گئی اور ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چاند آسمان پر ابھرا اور ہر طرف چاندنی پھیل گئی۔ کاربٹ رائفل کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک اس کی نظر شیر

پر پڑی جو کاربٹ کے قریب سے گزرنے کے بجائے کچھ دُور سے گزر کر اپنے رات والے شکار کی طرف جا رہا تھا۔ بیل کی بچی کھچی لاش تو دن بھر میں چیلوں اور گدھوں نے ہی ختم کر دی تھی اب وہاں سوائے ہڈیوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ سارے دن کا تھکا ماندہ اور بھوکا شیر جب بیل کے ڈھانچے کے قریب پہنچا تو اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ پا کر وہ بے حد بھنّایا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ کاربٹ کی نظریں شیر پر جمی ہوئی تھیں۔ بیل کے ڈھانچے کے پاس کچھ دیر کھڑا رہنے کے بعد شیر آہستہ آہستہ چلتا ہوا درخت کی طرف آنے لگا۔ سفید اور بے داغ چاندنی میں کاربٹ کو شیر بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کی ایک ایک دھاری دکھائی دے رہی تھی۔ کاربٹ نے دیکھا وہ ایک بڑا، خوبصورت اور جوان شیر تھا۔ وہ درخت کے سائے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ اب بھوک کس طرح مٹائی جائے۔ اس کا شکار تو گدھ ہضم کر گئے تھے۔ کاربٹ نے بڑی آہستگی سے اپنی رائفل کی نالی کو حرکت دی اور اسے گھماتا ہوا شیر کے سر کی طرف لے آیا۔ اب رائفل کے منہ اور شیر کے سر میں صرف پانچ فٹ کا فاصلہ تھا۔ شیر اب کاربٹ کی مٹھی میں تھا۔ صرف رائفل کی لبلبی دبانے کی کسر تھی اور شیر کے سر کے پرخچے اُڑ جانے تھے۔ کاربٹ نے بڑی احتیاط سے نشانہ لیا اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ لبلبی دبا دی۔ کاربٹ کو امید تھی کہ گولی ایک خوفناک آواز کے ساتھ رائفل کی نالی سے نکلے گی اور دوسرے لمحے شیر زمین پر گرا تڑپ رہا ہو گا۔ لیکن لبلبی دبانے کے بعد کچھ بھی نہ ہوا۔ گولی پھُس کر کے

رہ گئی۔ نئی رائفل کاربٹ کو دھوکا دے گئی تھی۔ کاربٹ کو بڑا افسوس ہوا کہ اس نے بغیر آزمائے ایک رائفل پر اتنا بھروسہ کیوں کر لیا اور وہ بھی شیر کے شکار میں! اس نے جلدی سے رائفل کو کھول کر دیکھا اس میں گولیاں جُوں کے تُوں رکھی تھیں۔ وہ حیران تھا کہ گولی چلی کیوں نہیں۔ رائفل کو دوبارہ بند کر کے ابھی اس نے لبلبی پر انگلی دھری ہی تھی کہ گولی خود بخود چل گئی۔ بڑے زور کا، کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا، دھماکا ہوا۔ گولی شیر کے اُوپر سے گزر گئی۔ شیر نے چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اب درخت پر بیٹھنا فضول تھا۔ شیر کا دوبارہ وہاں آنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ نہ تو وہاں اس کے لیے کھانے ہی کو کچھ تھا اور نہ ہی اسے وہاں کوئی نیا شکار ملنے کی امید تھی۔ کاربٹ نے اپنے ملازم بالا سنگھ کو آواز دی تاکہ وہ اسے درخت سے اترنے میں مدد دے۔ بالا سنگھ بھاگا بھاگا آیا۔ کاربٹ نے رائفل اسے تھما دی اور خود تنے کو پکڑ کر نیچے کود گیا۔ تمام رات کاربٹ اس واقعے پر پیچ و تاب کھاتا رہا۔

اگلی صبح کاربٹ بڑی دیر تک گرد و نواح کے علاقوں میں، شیر کے بارے میں کوئی تازہ معلومات حاصل کرنے کے لیے، گھومتا رہا۔ اسے رہ رہ کر رات کی ناکامی اور مندر کے بوڑھے پجاری کی بات یاد آ رہی تھی، جس نے اسے کہا تھا کہ یہ شیر کوئی شکاری بھی ہلاک نہیں کر سکتا۔ کاربٹ نے دل میں اب پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اس شیر کو ہلاک کر کے رہے گا اور اس طرح پجاری

کی بات کو جھوٹا ثابت کر دکھائے گا۔ گھومتا پھرتا وہ دوپہر کے وقت ڈاک بنگلے میں کھانا کھانے کے لیے پہنچ گیا۔ وہاں گم سے ایک چرواہا ملا جو اس کا دیر سے انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کاربٹ کو اطلاع دی کہ شیر نے کچھ دیر پہلے اس کی گائے ہلاک کر دی ہے۔ کاربٹ نے یہ اطلاع سن کر جلدی جلدی کھانا کھایا اور اپنے دو آدمیوں کو مچان کا سامان اٹھوا کر چرواہے کے ہمراہ چل پڑا۔

جنگل کے گھنے درختوں میں سے گزرتے ہوئے وہ چاروں اس جگہ پہنچ گئے جہاں شیر نے گائے کو شکار کیا تھا۔ وہاں زمین پر خون کا ایک تالاب سا جما ہوا تھا۔ قریب ہی شیر کے پنجوں کے نشان تھے۔ کاربٹ نے انھیں غور سے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہ وہی شیر ہے جس پر رات اس نے گولی چلانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ زمین پر گائے کو گھسیٹنے کی لکیر نظر آ رہی تھی۔ کاربٹ اور اس کے ساتھی اس لکیر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ یہ لکیر کوئی دو سو گز اوپر جا کر ایک ندی کے کنارے ختم ہو گئی۔

یہ چھوٹی سی ندی کوئی دو سو گز شمال کی طرف سے ایک تالاب سے نکلتی تھی جس میں بارشوں کا پانی جمع ہوتا رہتا تھا۔ اس کے بالکل قریب ہی ایک پندرہ فٹ چوڑا گڑھا تھا جس کے کناروں پر اور آس پاس، دور تک، لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ شیر نے اپنی شکار کی ہوئی گائے اسی گڑھے میں چھپا رکھی تھی۔ مردہ گائے کو لہو لہان، مٹی میں لتھڑی ہوئی، دیکھ کر چرواہے کی

آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ ان بچارے دیہاتیوں کی گزر بسر کا ذریعہ یہی جانور ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بڑی محبت اور محنت سے پالتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کوئی جانور، جب کوئی درندہ اس طرح بے رحمی سے ہلاک کر دیتا ہے تو انھیں بے حد دکھ ہوتا ہے۔ کاربٹ نے چرواہے کو تسلی دی اور اسے یقین دلایا کہ وہ شیر کو ہلاک کرنے کے لیے پوری کوشش کرے گا۔ گائے کی لاش اسی طرح صحیح و سالم پڑی تھی۔ شیر نے ابھی اس کے جسم سے ایک بوٹی تک نہ کھائی تھی۔

کاربٹ نے شیر کی گھات میں بیٹھنے کے لیے کوئی اچھا سا درخت ادھر ادھر دیکھنا چاہا۔ ندی کی دوسری طرف دیو دار کے مضبوط اور بلند درخت کھڑے تھے لیکن وہ گڑھے سے کافی دور تھے۔ اس کے علاوہ ان پر چڑھنا بھی بہت مشکل تھا۔ گڑھے سے کوئی تیس گز دور ایک مضبوط لیکن چھوٹا سا، گھنی شاخوں والا درخت کھڑا تھا۔ کاربٹ کو مچان بنانے کے لیے وہ درخت اس لیے پسند آ گیا کہ اس سے بہتر درخت، وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اس پر مچان بنوائی اور چار بجے کے قریب مچان پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے ہدایت کی کہ وہ اس کسان کی جھونپڑی میں چلے جائیں جس کا ایک بیل شیر نے ہلاک کر دیا تھا۔ جھونپڑی وہاں سے زیادہ دور نہ تھی۔

کاربٹ مچان پر بڑے آرام سے بیٹھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شیر

اپنے شکار کے پاس سورج غروب ہونے سے پہلے ہرگز نہیں آئے گا۔ کاربٹ درخت پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ ندی اُس کی بائیں طرف کوئی دس گز کے فاصلے پر بہہ رہی تھی۔ اس کے سامنے درختوں سے خالی چٹانیں تھیں اور دائیں طرف وہ گڑھا تھا جس میں شیر اپنا شکار چھپا کر گیا تھا۔ گائے کی لاش کاربٹ کو نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ گڑھے کے گرد اُگی ہوئی لمبی لمبی گھاس میں چھپی ہوئی تھی۔ شیر اپنا شکار اس جگہ چھپانے کے بعد، ندی میں سے گزر کر، دوسری طرف چلا گیا تھا۔ کاربٹ کا دھیان اس وقت ندی کی طرف ہی تھا۔ اسے یقین تھا کہ شیر اسی طرف سے آئے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ جونہی شیر ندی کے کنارے پر نمودار ہو، وہ گولی چلا کر اس کا خاتمہ کر دے۔

کاربٹ کی نظریں ندی کے کنارے پر جمی رہیں۔ شیر کا ابھی دُور دُور تک کوئی پتا نہ تھا۔ یکایک اسے ایک تیز غراہٹ سنائی دی۔ کاربٹ نے جلدی سے سر گھما کر دیکھا۔ شیر بجائے اس کے قریب گزرنے کے کسی اور طرف سے گزر کر شکار کی طرف پہنچ چکا تھا۔ وہ بے حد بھوکا معلوم ہوتا تھا اور شاید اسی وجہ سے وہ رات کا انتظار نہ کر سکا تھا اور دن کی روشنی ہی میں اپنی بھوک مٹانے کے لیے چلا آیا تھا۔ لیکن کاربٹ زیادہ فکر مند نہ ہوا۔ اسے پتا تھا کہ شیر دن کے اجالے میں اپنے شکار کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔ اسے امید تھی کہ شیر تھوڑی دیر بعد وہاں سے جب اٹھے گا تو اسے ضرور نظر آ جائے گا۔

شیر اپنا شکار کھا رہا تھا۔ کاربٹ کو ہڈیاں ٹوٹنے اور شیر کے منہ کی چپڑ چپڑ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اچانک کاربٹ کو اپنی بائیں طرف ایک بہت بڑا، بھاری بھرکم، کالا ریچھ آتا دکھائی دیا۔ کچھ دُور آ کر وہ رُک گیا اور تھوتھنی اٹھا کر ہوا کو سونگھنے لگا۔ ریچھ کی سونگھنے کی حس بے حد تیز ہوتی ہے۔ ہوا چل رہی ہو تو اسے فوراً پتا چل جاتا ہے کہ کون سا جانور، شکار یا انسان، کس جگہ ہے۔ چنانچہ اس نے بھی شیر اور اس کے شکار کی بو سونگھ کر اسے خدا جانے کیا سوجھی کہ وہ یکدم زمین پر لیٹ گیا۔ کاربٹ سمجھا شاید وہ شیر کی وجہ سے خوفزدہ ہو گیا ہے۔ لیکن پھر یہ دیکھ کر کاربٹ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ریچھ زمین پر لیٹے لیٹے، آہستہ آہستہ، ایک سایے کی طرح حرکت کرتے ہوئے، شیر کی طرف بڑھنے لگا۔ رینگتا رینگتا وہ بالکل گڑھے کے کنارے تک پہنچ گیا اور بڑی احتیاط سے سر اٹھا کر اندر جھانکنے لگا۔ شیر بڑے اطمینان سے گائے کا گوشت، مزے لے کر، کھا رہا تھا۔ ریچھ کی آمد سے وہ بالکل بے خبر تھا۔ کاربٹ کی پوری شکاری زندگی میں یہ ایک بالکل انوکھا اور حیرت انگیز واقعہ تھا۔ کاربٹ کو یہ امید ہرگز نہ تھی کہ ریچھ شیر کے شکار میں کسی طرح کی دخل اندازی کرے گا۔ جنگل کے بادشاہ کو تو شکار کھاتے ہوئے دیکھ کر چیتے، ہاتھی اور گینڈے جیسے خطرناک جانور، حتیٰ کہ دوسرے شیر بھی، قریب نہیں پھٹکتے۔ یہ تو پھر ریچھ تھا، اس سے کہیں کمزور اور کم خطرناک جانور۔ لیکن شاید اس احمق ریچھ کی موت

آئی ہوئی تھی جو وہ یوں بے خوف ہو کر شیر کے سر پر جا چڑھا تھا۔

کاربٹ سانس روکے، پوری توجہ سے، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ، ریچھ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ پتا نہ تھا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ جنگل کے بادشاہ سے، اس کی رعایا کا ایک کمزور جانور، الجھنے پر تلا ہوا تھا۔ دفعتاً ریچھ نے ایک زبردست چیخ ماری اور گڑھے میں غالباً شیر کو غافل پا کر، کود گیا۔ شاید اس کا ارادہ، اس اچانک وار سے، شیر کو خوف زدہ کرنا تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ اُلٹا نکلا۔ شیر بجائے خوف زدہ ہونے کے ایکدم غصّے میں آگیا۔ کاربٹ کو بپھرے ہوئے شیر کی ایک دل دہلا دینے والی گرج سنائی دی۔ کاربٹ کو مچان پر بیٹھے بیٹھے بے اختیار ایک جھرجھری سی آگئی۔ گڑھے میں اب دونوں جانور گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ ان کی تیز اور خوفناک آوازیں پورے جنگل میں گونج رہی تھیں۔

کاربٹ بڑے غور سے اس طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس زبردست لڑائی کا انجام کیا ہوگا۔ لمبی لمبی گھاس کی اوٹ میں ہونے کی وجہ سے جانور اسے نظر نہ آرہے تھے لیکن گڑھے سے اُبھرتی ہوئی آوازوں سے وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ مقابلہ واقعی بڑا انوکھا اور زبردست ہے۔ یہ جنگ کوئی تین چار منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد یکلخت شیر نے گڑھے میں سے چھلانگ لگائی اور کاربٹ کے سامنے سے بھاگتا ہوا گھاس کے بلیے ٹکڑے کی طرف بڑھا۔ کاربٹ نے رائفل اٹھائی اور وہ جونہی اس کی زد میں آیا اس نے شیر کے دل کا نشانہ لے کر گولی داغ

دی۔ گولی کی آواز کے ساتھ ہی شیر ایک بار بڑے زور سے ڈکرایا اور دوسرے لمحے گھاس میں چھپ گیا۔ کاربٹ کو یقین تھا کہ گولی عین نشانے پر لگی ہے اور شیر ہرگز زندہ نہ بچ سکے گا۔ سامنے سے چیختا چلّاتا، غصّے میں بھرا ہوا، ریچھ بھی شیر کے پیچھے لپکا چلا آرہا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر شیر کو دیکھا، لیکن وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔ کاربٹ پر نظر پڑتے ہی وہ بڑے جوش کے عالم میں، اندھا دُھند، اس کی طرف بڑھا۔ کاربٹ اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ریچھ کی بے مثال بہادری اور جرأت کا قائل ہو گیا تھا۔ وہ ایک ایسا جانور ثابت ہوا تھا جس میں شیر جیسے خوفناک اور خونخوار درندے کو بھگا دینے کی ہمّت تھی۔ لیکن ریچھ بڑی تیزی سے اس کی طرف چلا آرہا تھا۔ کاربٹ زمین سے کچھ زیادہ اُونچا نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ ریچھ درخت کے تنے سے اگلے پیر ٹیکا کر بڑی آسانی سے اس تک پہنچ سکتا تھا۔ آخر خود کو خطرے میں پا کر اس نے مجبوراً، رائفل اٹھائی اور، رائفل کی دُوسری نالی کی گولی، ریچھ کے ماتھے میں اُتار دی۔ ریچھ پیٹ کے بل آہستہ سے زمین پر لیٹ گیا اور دوبارہ حرکت نہ کر سکا۔

کاربٹ نے اطمینان سے، یہ سوچ کر کہ اس نے دو عظیم جانوروں کو، صرف گولیوں سے، شکار کر لیا ہے، پائپ سلگایا اور تمباکو کے ہلکے ہلکے کش لگانے لگا۔ اس سے اس کی اُلجھی ہوئی طبیعت کو کچھ سکون محسوس ہوا۔ دفعتاً سامنے گھاس کے ٹکڑے میں، جہاں شیر گرا تھا، حرکت پیدا ہوئی۔ کاربٹ کے دیکھتے ہی دیکھتے شیر اٹھا اور بڑی تیزی سے پہاڑی

کی طرف لپکا۔ وہ مُڑ مُڑ کر، کاربٹ کو دیکھنے کے بجائے، اپنے حریف، مُردہ ریچھ کو دیکھ رہا تھا۔ شیر کو زندہ دیکھ کر کاربٹ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے تو اپنی طرف سے شیر پر ایک کاری وار کیا تھا اور اسے مار گرایا تھا۔ لیکن اب اسے یوں ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر اسے اپنی بے وقوفی پر بڑا غصّہ آیا۔ اس کی رائفل خالی تھی، کیونکہ وہ دونوں گولیاں تو چلا چکا تھا۔ لیکن اس نے زیادہ وقت ضائع نہ کیا اور فوراً رائفل کھول کر پچھلے قدموں گولیاں بھریں اور سامنے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے شیر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ شیر لڑکھڑا کر پچھلے قدموں پر گرا لیکن فوراً ہی اٹھا اور تیزی سے چھلانگ لگا کر پہاڑی کی دوسری طرف اتر گیا۔ گولی شیر کو لگنے کے بجائے اس کے مُنہ سے کوئی پانچ انچ ادھر چٹان پر لگی اور شیر بچ گیا۔ کاربٹ کا یہ اس پر تیسرا زبردست وار تھا جو، شیر کی خوش قسمتی سے، ناکام رہا تھا۔

شیر کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بعد کاربٹ، مُردہ ریچھ کو دیکھنے کے لیے، درخت سے نیچے اُترا۔ ریچھ کاربٹ کے اندازے سے بھی کہیں بڑا نکلا۔ شیر نے اُسے بری طرح زخمی کر دیا تھا۔ اس کی گردن اور جسم پر شیر کے دانتوں اور پنجوں کے بڑے بڑے زخم تھے جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ ایک زخم اس کی ناک پر بھی آیا تھا اور شاید اسی زخم کی وجہ سے شیر اس قدر غصّے میں آ گیا تھا، اور اپنے دُوسرے زخموں کی پروا کیے بغیر، شیر کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ گیا تھا۔ جنگل کے تمام نر جانور، انسانوں کی طرح، اپنی ناک کے بارے میں

بڑے حسّاس ہوتے ہیں۔ ناک کو کچھ ہو جائے تو وہ اسے ایک طرح اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔

شام ہو چکی تھی اس لیے کاربٹ، اتنے تھوڑے سے وقت میں ریچھ کی کھال نہ اُتار سکتا تھا۔ چنانچہ وہ مڑا اور اس بہادر اور بے خوف ریچھ کو اس کی دلیری پر داد دیتا ہوا واپس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے ڈاک بنگلے کو جانا چاہتا تھا کیونکہ اس علاقے میں آدم خور چیتا بھی موجود تھا اور کاربٹ اپنے ساتھیوں کی جانیں خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا اور جھونپڑی کے باہر کئی آدمی کھڑے تھے۔ وہ سب کے سب کاربٹ کو، بڑی حیرت اور تعجّب سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کوئی مُردہ زندہ ہو کر سامنے آ گیا ہو۔ مارے حیرت کے ان کے مُنہ سے بات تک نہ نکلتی تھی۔ آخر بالا سنگھ نے زبان کھول کر اس خاموشی کو توڑا اور کاربٹ کو اس حیرت کا سبب بتایا۔ اس نے کہا۔ "ہم جھونپڑی میں بیٹھے جنگل کی طرف کان لگائے بیٹھے تھے کہ یکایک آپ کی چیخ سنائی دی اور ساتھ ہی شیر کی خوفناک گرج کی آواز آئی۔ ہم نے سمجھا شاید شیر نے آپ کو بے خبری کی حالت میں درخت پر سے گھسیٹ لیا ہے۔ اس کے بعد آپ کی کئی چیخیں لگاتار سُنائی دیتی رہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ جان بچانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یکے بعد دیگرے دو فائروں کی آواز سنائی دی۔ اس پر ہم بے حد حیران ہوئے۔ ہمیں اس

بات کی سمجھ نہ آرہی تھی کہ شیر کے مُنہ میں پھنسا ہوُا آدمی گولی کس طرح چلا سکتا ہے۔ ہم اسی شش و پنج میں تھے کہ آپ کا کس طرح پتہ کیا جائے کہ آپ ہمیں زندہ سلامت آتے ہوئے نظر آئے جس پر مارے حیرت کے ہماری زبانیں گنگ ہو گئیں۔" کاربٹ ان کی بات سُن کر بے حد ہنسا۔ بالا سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو حیرانی دراصل اس لیے ہوئی تھی کہ ریچھ اور انسان کی چیخ آپس میں بے حد ملتی ہے۔ دُور سے سُن کر انسان ان میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کاربٹ نے جب انھیں اصل واقعہ سنایا تو انھیں بھی ریچھ اور شیر کی جنگ کا حال سُن کر بڑا تعجب ہوُا۔

دُوسری صبح کاربٹ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جب ریچھ کی کھال اتارنے کے لیے روانہ ہوُا تو اس کے ساتھ دیہاتیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم بھی تھا۔ ریچھ کی چربی گنٹھیا کے مرض کے لیے بڑی اچھی دوا سمجھی جاتی ہے۔ وہ سب لوگ ریچھ کی چربی حاصل کرنے کے لیے اس کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ کھال اتارنے کے بعد بالا سنگھ نے چربی دیہاتیوں میں تقسیم کر دی۔ کھال کاربٹ نے بالا سنگھ کو دے دی جس پر وُہ بے حد خوش ہوُا۔

ریچھ کی چربی کی خبر تھوڑی ہی دیر میں آس پاس کے دیہات میں بھی پھیل گئی اور لوگ دُور دُور سے چربی لینے کے لیے کاربٹ کے پاس پہنچنے لگے۔ محکمہ جنگلات کا ایک گارڈ بھی یہ خبر سُن کر کاربٹ کے پاس آ پہنچا۔ اس کا باپ کئی سال سے گنٹھیا کا مریض تھا۔ اس نے کاربٹ کو شیر

کے ایک بالکل تازہ شکار کی اطلاع دی۔ یہ بھی ایک گائے تھی۔ یہ اطلاع سُن کر کاربٹ فوراً تیار ہو گیا اور اس کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

وادی میں دیودار کے درخت دُور دُور تک اُگے ہوئے تھے اور ان کے درمیان سبزہ پھیلا ہوُا تھا۔ کاربٹ اپنے ساتھی کے ہمراہ وادی میں اُتر گیا۔ تھوڑی دُور آگے چل کر جھاڑیوں کے ایک کُنج میں کاربٹ کو خشک شاخوں اور سوکھے پتوں کا ایک ڈھیر دکھائی دیا۔ اگرچہ اس میں مُردہ گائے کے جسم کا کوئی حصّہ نظر نہ آرہا تھا لیکن کاربٹ نے اپنی طویل شکاری زندگی کے تجربے سے اندازہ لگا لیا کہ گائے کی لاش اسی ڈھیر میں چھپی ہوئی ہے۔ جب شیر اس طرح اپنا شکار چھپا دیں تو اس کا مطلب ہوتا کہ وہ آس پاس موجود نہیں ہیں۔ پھر بھی احتیاط کے طور پر کاربٹ نے وادی میں دُور تک نظر دوڑائی۔ پتوں کے اس ڈھیر سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی تھی جس پر چالیس گز کے فاصلے پر جھاڑیوں کا جھنڈ تھا۔ کاربٹ انھیں دیکھ رہا تھا کہ یکایک اس کی نظر شیر پر پڑ گئی جو زمین پر آرام سے لیٹا ہوُا تھا۔ شیر کی پیٹھ اسے نظر آرہی تھی۔ مگر شیر کی پیٹھ پر گولی چلانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ کاربٹ کے سامنے ابھی پوری دوپہر اور شام پڑی تھی۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ چھپ کر شیر کے وہاں سے اُٹھ کر شکار کی طرف آنے کا انتظار کرے گا۔ کاربٹ ابھی اپنی جگہ پر ہی کھڑا تھا کہ یکایک اس کی نظر ایک ریچھ پر پڑی جو اپنے دو بچوّں کے ہمراہ پتوّں کے ڈھیر میں چھپی

ہوئی گائے کی لاش کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید اس نے شیر کو شکار کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور شیر کو موجود نہ پاکر اس کے شکار پر ہاتھ صاف کرنے آیا تھا۔ کاربٹ کے ساتھی کو شیر نظر نہ آیا تھا۔ ریچھ اور اس کے بچوں پر نظر پڑتے ہی وہ ایکدم چلّا اٹھا "دیکھو صاب! بھالو! بھالو!" آواز سن کر شیر نے ایک دم کان کھڑے کیے اور بھاگ اٹھا۔ جونہی وہ ایک کھلی سی جگہ میں پہنچا تو کاربٹ نے رائفل اٹھائی اور گولی چلانے ہی والا تھا کہ اس کے قریب کھڑے ہوئے گارڈ نے یہ سمجھ کر کہ کاربٹ نے ریچھ کو نہیں دیکھا اور غلط نشانہ لے رہا ہے، رائفل کی نالی پکڑ کر موڑ دی اور گولی شیر کے بجائے سامنے کے ایک درخت پر جا لگی۔ شیر اتنی دیر میں نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ گولی کی آواز سن کر ریچھ بھی، گائے کے شکار کی طرف جانے کی بجائے، دوسری طرف وادی میں اُتر گیا اور کاربٹ کا ساتھی یہی کہتا رہ گیا۔ "مارو صاب مارو! بھالو گیا!" بعد میں جب کاربٹ نے اسے اصل بات بتائی تو وہ بچارا بے حد شرمندہ ہوا اور دیر تک افسوس کرتا رہا۔

دوسری صبح کاربٹ پھر اس جگہ پہنچا لیکن گائے کی لاش کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا کہ شیر اپنا شکار کھانے کے لیے دوبارہ وہاں نہیں آیا۔ گائے کی لاش کو ریچھ اور اس کے بچوں نے راتوں رات تقریباً چٹ کر لیا تھا۔ دوپہر کے وقت کاربٹ جب ڈاک بنگلے پہنچا تو وہاں ایک شخص اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کاربٹ کو اطلاع دی کہ شیر نے ایک

اور گائے کو کچھ دیر پہلے جنگل میں ہلاک کر دیا ہے۔ وہ شخص ایک ضروری کام کے لیے الموڑا جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے شیر کو شکار کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بچارا صرف کاربٹ کو اطلاع دینے کے لیے واپس آیا تھا۔ اس نے کاربٹ کو جنگل کا نقشہ بنا کر وہ جگہ سمجھا دی جہاں شیر نے گائے کو ہلاک کیا تھا۔ اور اس کے بعد اپنے کام کے لیے الموڑا روانہ ہو گیا۔ کاربٹ کھانے سے فارغ ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ تلاش کرتا کرتا اس جگہ پہنچا تو زمین پر اسے خون کے بڑے بڑے دھبے دکھائی دیے۔ یہاں سے گائے کے گھسٹنے کی ایک صاف لکیر، درختوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کاربٹ اس لکیر کو دیکھتا ہوا، شیر کے سُراغ میں، آگے چل پڑا۔ تقریباً دو میل چلنے کے بعد اسے گائے کی ایک ٹوٹی ہوئی ٹانگ، دو درختوں کے درمیان اٹکی ہوئی، مل گئی۔ اس سے چند قدم اور آگے، جھاڑیوں کے گھنے جھنڈ میں گائے کی لاش بھی نظر آ گئی۔ اس دفعہ شیر نے اسے پتوں وغیرہ سے ڈھانپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

آسمان پر سورج بڑی تیزی سے چمک رہا تھا۔ سخت دھوپ اور حبس کی وجہ سے کاربٹ پسینے میں تر بتر ہو رہا تھا۔ پیاس کی شدت سے اس کے حلق میں کانٹے سے پڑ گئے تھے۔ چنانچہ پانی پینے کے لیے وہ قریبی ندی کی طرف، جس کے کنارے اس نے ریچھ کو ہلاک کیا تھا، چل پڑا۔

کاربٹ ندی کے کنارے جس جگہ کھڑا تھا۔ وہاں گھنے درختوں کا سایہ تھا۔ یکایک کوئی بیس گز دور اسے، ندی کی ٹھنڈی ریت پر، شیر آرام سے لیٹا ہوا نظر آیا۔ کاربٹ کو اس کی صرف دُم اور پچھلی ٹانگیں دکھائی دے رہی تھیں۔ شیر کا منہ دوسری طرف تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور شیر کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ اس جگہ سے شیر پر گولی چلانا ممکن نہ تھا۔ تھکا ماندہ شیر ندی سے اپنی پیاس بجھانے کے بعد میٹھی نیند سویا ہوا تھا۔ آدھ گھنٹے تک اپنی جگہ سے اٹھا اور ندی کے موڑ سے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ چند منٹ اور گذر گئے۔ کاربٹ رائفل کی لبلبی پر انگلی رکھے اس کے دوبارہ نظر آنے کا انتظار کر رہا تھا کہ کچھ فاصلے پر ایک ہرن کی تیز، اور ڈری ڈری، آواز سنائی دی۔ اس کے بعد ایک جنگلی مرغ چند بار زور زور سے بولا اور خاموشی چھا گئی۔ کاربٹ مایوس ہو گیا کیونکہ شیر اپنے شکار کی طرف جانے کے بجائے کسی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ مگر اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ شیر نے آخر اپنا شکار کھانے کے لیے کسی نہ کسی وقت تو وہاں آنا ہی تھا۔ ندی کے برف کی طرح ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھانے کے بعد کاربٹ نے، وہیں ندی کے کنارے ہی، پائپ میں تمباکو ڈالا اور سلگا کر ہلکے ہلکے کش لگانے لگا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے کاربٹ اپنی جگہ سے اٹھا اور گائے کی تلاش کی طرف چل پڑا۔ لاش سے کوئی دس گز کے

فاصلے پر دیودار کا ایک درخت تھا۔ کاربٹ اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس جگہ سے وہ پوری وادی اور آس پاس کی پہاڑیوں کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ گہرا سرخ ہو کر مغرب کی طرف جھکنے لگا۔ اس کے بعد روشنی ماند پڑنے لگی حتیٰ کہ آسمان پر شفق کے رنگوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ستارے ایک ایک کر کے آسمان پر ظاہر ہونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی اتنی روشنی ہو گئی جس میں کاربٹ، دس گز دور پڑی ہوئی، گائے کی لاش کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ کاربٹ شیر کے انتظار میں، تاروں کی روشنی میں چمکتے ہوئے جنگل کے ایک ایک راستے پر غور سے نظریں دوڑاتا رہا مگر شیر کا دور دور تک کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ اتنے میں بلند پہاڑیوں کے پیچھے سے چاند بھی طلوع ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں پورا جنگل چاند کی ٹھنڈی، صاف اور بے داغ روشنی میں نہا گیا۔ یکایک کاربٹ کو یوں محسوس ہوا جیسے شیر کہیں قریب ہی کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے فوراً چوکنا ہو کر اپنے اردگرد دیکھا اور جونہی اس نے گردن موڑ کر پیچھے کی طرف نظر دوڑائی تو کچھ فاصلے پر اسے شیر دکھائی دے گیا۔ وہ پنجوں کے بل زمین پر بیٹھا ہوا کاربٹ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ شیر اب کاربٹ کے بالکل سامنے تھا مگر اس پر گولی چلانا بے حد مشکل تھا۔ ایسا کرنے کے لیے کاربٹ کو اپنی جگہ سے مڑ کر پیچھے کی طرف ہونا پڑتا

تھا۔ لیکن اس کے مڑتے مڑتے شیر نے چھلانگ لگا کر غائب ہو جاتا تھا۔ کاربٹ اپنی جگہ پر بے حرکت بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ کس طرح شیر پر، بغیر اسے خبردار کیے، اچانک گولی چلائی جائے۔ آخر کار اس نے بائیں کندھے پر سے، تھوڑا سا مڑ کر، شیر پر گولی چلانے کا فیصلہ کر لیا۔ شیر اب بھی، کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر بیٹھا ہوا، مسلسل کاربٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔ کاربٹ نے گھٹنوں پر پڑی ہوئی رائفل بڑی آہستگی سے اٹھائی اور اس کا منہ ہوتے ہوتے شیر کی طرف پھیرنے لگا۔ کاربٹ اپنی طرف سے بڑی چالاکی کرنے لگا تھا مگر شیر اس سے بھی کہیں عیار تھا۔ اس نے کاربٹ کی حرکت کو فوراً تاڑ لیا۔ سر کو ایک دم نیچا اور کان پھیلا کر وہ بڑے غور سے رائفل کی نالی کو دیکھنے لگا۔ کاربٹ نے ایکدم رائفل کو وہیں کا وہیں روک لیا۔

تھوڑی دیر اسی طرح رہنے کے بعد اس نے رائفل کی نالی کو حرکت دی۔ چالاک شیر کاربٹ کے ارادے کو بھانپ گیا اور پیشتر اس کے کہ کاربٹ شیر کو نشانے کی زد میں لیتا وہ بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور درختوں کے سایوں میں گھل مل کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ کاربٹ ہاتھ ملتا ہی رہ گیا۔

شیر ایک بار پھر کاربٹ کو شکست دے گیا تھا۔ اب درخت پر بیٹھے رہنا فضول تھا۔ کاربٹ کو یقین تھا کہ شیر اب، اسے دیکھ لینے کے بعد، ہرگز واپس نہیں آئے گا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اتنی رات گئے

اب وہ جائے کہاں؟ ڈاک بنگلا وہاں سے کم از کم آٹھ میل دور تھا۔ گھنے جنگل کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ طے کرنا، اور وہ بھی رات کے وقت، خطرے سے خالی نہ تھا۔ دوسرے جانوروں کے علاوہ آدم خور چیتے کا بھی ڈر تھا۔ (یہی وہ مشہور آدم خور چیتا ہے جس کی کہانی کاربٹ نے "اور پریاگ کا آدم خور" کے نام سے لکھی ہے۔ یہ کتاب "زندہ کتابیں" میں مکتبۂ جدید لاہور سے مل سکتی ہے)۔

کاربٹ جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا۔ ابھی وہ درخت کے اوپر بیٹھا ہوا سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے کہ اچانک کچھ فاصلے پر اُسے بیلوں کی گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ درخت سے نیچے اُتر کر اس طرف روانہ ہو گیا۔ اسے امید تھی کہ وہاں چرواہوں یا دیہاتیوں کا کوئی پڑاؤ ہو گا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ وہاں پہنچ گیا۔ دیہاتیوں نے اسے دیکھ کر سلام کیا اور فوراً ایک چارپائی بچھا کر اس کے آرام کرنے کا انتظام کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے اسے گائے کا گرم گرم دودھ پیش کیا جسے پی کر کاربٹ آرام سے سو گیا۔

دوسرے دن صبح اٹھنے پر اسے پھر دودھ کا ایک لبالب پیالہ پیش کیا گیا۔ دودھ پینے کے بعد کاربٹ جلدی سے تیار ہو گیا اور دیہاتیوں کا بے حد شکریہ ادا کرنے کے بعد پھر وادی کی طرف،

گائے کی لاش دیکھنے کے لیے، چل پڑا۔ وادی میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ جھاڑیوں کے درمیان گائے اسی طرح صحیح سالم پڑی ہے کاربٹ نے اسے چیلوں اور کوؤں سے بچانے کے لیے خشک پتوں اور ٹہنیوں سے اچھی طرح ڈھانپ دیا اور اس کے بعد واپس ڈاک بنگلے کی طرف چل پڑا۔

ڈاک بنگلے پہنچ کر کاربٹ گرم پانی سے نہایا اور ناشتہ کرنے کے بعد تازہ دم ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے گھر سے وہ آدم خور چیتے کا شکار کرنے کے لیے نکلا تھا، وہی آدم خور چیتا جس نے دابیدھر کے مندر کے باہر رات کو سوئے ہوئے ایک مسافر کی ٹانگ کھینچی تھی، مگر راستے میں ایک شیر آ گیا تھا۔ اس شیر کو شکار کرنا کاربٹ کے لیے ضروری نہ تھا۔ یہ ذمہ داری اس نے صرف دابیدھر اور اس کے آس پاس کے دیہاتیوں اور چرواہوں کے مویشیوں کو بچانے کے لیے اٹھائی تھی۔ اس کام کے لیے اس نے اپنی پوری کوشش کر ڈالی تھی یہ علیحدہ بات ہے کہ شیر اپنی خوش قسمتی ذہانت یا چالاکی کی وجہ سے ہر دفعہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ آدم خور چیتا بھی اس دوران میں کہیں نظر نہ آیا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی تازہ خبر ہی سنائی دی تھی۔ لوگوں کی زبانی اسے پتا چلا تھا کہ بعض اوقات چیتا، اسی طرح، غائب ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی مہینے تک نظر نہیں آتا۔ اب بھی چیتا غائب ہو چکا تھا اور کسی کو پتہ نہ تھا

کہ وہ کب واپس آئے گا۔ کاربٹ کا دابیدھر میں مزید ٹھہرنا بالکل بے فائدہ تھا۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کر لیا کہ آج کا دن آرام کرنے کے بعد اگلے روز وہ ضرور واپس گھر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ وہ ابھی بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ یکایک اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، ایک دیہاتی اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے سلام کرنے کے بعد کاربٹ کو بتایا کہ شیر نے تھوڑی دیر پہلے اس کی گائے ہلاک کر دی ہے۔ کاربٹ کو شیر کے شکار کا ایک اور موقع مل رہا تھا۔ اس نے آخری دفعہ کوشش کر دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس دفعہ شیر نے تازہ شکار دابیدھر کی مشرقی پہاڑیوں سے چند میل دُور کیا تھا۔ اس علاقے میں کوئی درخت نہ تھا۔ پہاڑ کے نیچے ایک وادی تھی جس میں گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان جا بجا گھاس کے ٹکڑے تھے۔ انھی ٹکڑوں میں ایک جگہ شیر نے گائے کو ہلاک کیا تھا اور گھسیٹ کر بائیں طرف کی جھاڑیوں میں لے گیا تھا۔ کاربٹ جب اس دیہاتی اور اپنے ملازموں کے ہمراہ اس جگہ پہنچا تو اسے مردہ گائے کو تلاش کرنے میں زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ گائے کی لاش سے کچھ فاصلے پر دیودار کا ایک درخت تھا۔ کاربٹ نے شیر کی گھات میں اس پر بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے ملازم اس کے لیے چائے

بنانے لگے اور خود کاربٹ اس ارادے سے وادی میں ادھر اُدھر گھومنے لگا کہ شاید شیر کہیں آس پاس ہی، جھاڑیوں وغیرہ میں لیٹا ہوا مل جائے تو اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا موقع نکل آئے۔ وہ ایک گھنٹے تک وادی میں مارا مارا پھرتا رہا مگر شیر اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ ناچار وہ واپس آگیا۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا اور انھیں کہا کہ شام تک سامنے کی پہاڑیوں پر اس کا انتظار کریں۔ کاربٹ کا وہاں بیٹھنے کا ارادہ سورج غروب ہونے تک تھا۔ رات وہاں گزارنے کے لیے وہ ہرگز تیار نہ تھا۔

جس درخت پر وہ بیٹھا ہوا تھا وہ بڑی گھنی شاخوں والا درخت تھا۔ اس کے تنے پر زمین سے کوئی دو گز اُوپر ہی شاخیں اُگی ہوئی تھیں اور خاصی پھیلی ہوئی تھیں۔ کاربٹ جب اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھ گیا تو اس نے نیچے کی طرف جھانکا لیکن شاخوں کی وجہ سے اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ پھر اُس نے مُردہ گائے کی طرف دیکھا۔ وہ درخت سے کوئی دس گز دُور پڑی تھی۔ اس کی پچھلی ٹانگیں جھاڑیوں کے جھنڈ سے چھو رہی تھیں۔ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ کاربٹ گائے کی لاش اور جنگل کے دوسرے راستوں کو باری باری بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ یکایک اسے جھاڑیوں کے درمیان شیر کا بڑا سا سر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔ وہ

زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اس کی نظریں کاربٹ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ بڑی ہوشیاری سے آہستہ آہستہ سرکتا ہوا گائے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شکار کے قریب پہنچ کر وہ چند منٹ تک بالکل بے حرکت لیٹا رہا۔ پھر اسی طرح، کاربٹ پر نظریں جمائے ہوئے مُنہ آگے بڑھایا، گائے کی دُم دانتوں سے کاٹ کر الگ رکھی اور اس کے بعد اس کی رانوں سے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر کھانے لگا۔

کاربٹ کی رائفل اس کی گود میں دھری تھی۔ رائفل کا مُنہ بھی شیر ہی کی طرف تھا۔ کاربٹ کو صرف اتنی مہلت چاہیے تھی کہ وہ اسے کندھے تک لا کر لبلبی دبا سکے۔ مگر یُوں لگتا تھا جیسے شیر بھی اس کے ارادے سے واقف تھا۔ اس نے بھی کاربٹ پر ٹکٹکی باندھی ہوئی تھی۔ اسے خطرے کا احساس تھا اور وہ کاربٹ کو رائفل اٹھانے کی مہلت ہرگز نہ دینا چاہتا تھا۔ یکایک شیر کے پیچھے کی جھاڑیوں میں ایک گلدم زور زور سے بولنے لگا۔ رائفل کو حرکت دینے کا یہ بہترین موقع تھا۔ کاربٹ نے ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر گلدم کی آواز کے ساتھ ساتھ، رائفل آہستہ آہستہ اٹھانی شروع کر دی مگر ابھی اس نے رائفل بمشکل چھ انچ کے قریب ہی اوپر کی ہوگی کہ شیر نے ایکدم، خطرے کو بھانپ کر، اپنا سر پیچھے کھینچ لیا۔ کاربٹ نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا اور رائفل کو تھامے ہوئے شیر کے سر کے دوبارہ نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ شیر ایک

ایک بار ضرور پھر اپنا سر آگے بڑھائے گا۔ وقت گزرتا رہا مگر وہ دوبارہ نمودار نہ ہوا۔ یکایک کاربٹ کو درخت کے نیچے شیر کی آواز سنائی دی۔ وہ جھاڑیوں کے درمیان سے بے آواز چلتا ہوا وہاں آن کھڑا ہوا تھا اور اب اپنے اگلے پنجوں کی مدد سے درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کاربٹ پھر بے بس ہو چکا تھا۔ شیر اس بار بھی اسے مات دے گیا تھا۔ اب شیر اور اس کے درمیان درخت کے تنے کے نچلے حصے پر اُگی ہوئی لمبی اور گھنی شاخیں حائل تھیں جن کی وجہ سے کاربٹ اس پر گولی چلاتا تو کجا اسے دیکھ تک نہ سکتا تھا۔ شیر بڑے غصے اور جوش کے عالم میں درخت کے تنے کو اپنے تیز پنجوں سے زور زور سے کھرچ رہا تھا۔ کاربٹ نے مایوس ہو کر رائفل اپنی گود میں رکھ لی اور شیر کے وہاں سے ہٹنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر بھی اپنی ناکام کوشش سے تنگ آ کر ایک بار پورے زور سے دھاڑا جس سے آس پاس کی پہاڑیاں اور پورا جنگل گونج اُٹھا۔ پھر اس نے ایکدم چھلانگ لگائی اور تیز رفتاری سے، کاربٹ کو گولی چلانے کا موقع دیے بغیر، بھاگتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کاربٹ کے ساتھی بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے شیر کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ کاربٹ ان کی مدد سے درخت پر سے اترا اور جب اس نے نیچے آ کر درخت کے تنے کا حال دیکھا تو حیران رہ گیا۔ شیر نے اپنے تیز ناخنوں سے کھرچ کر اسے آدھا کر دیا تھا اگر وہ تھوڑی دیر اور اسی طرح کھرچتا رہتا تو درخت ضرور گر جاتا۔

اس رات کے بعد اس نے اپنے ملازموں کو سامان باندھنے کو کہا اور دوسرے دن صبح سویرے نینی تال کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے بھر کاربٹ اپنی اس ناکام لیکن انتہائی دلچسپ مہم کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس نے اپنی طویل شکاری زندگی میں اتنا ذہین اور چالاک شیر اب تک نہ دیکھا تھا۔ وہ پانچ روز تک اس کے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرتا رہا تھا۔ پانچ دنوں میں شیر نے پانچ گائیں ہلاک کی تھیں۔ تقریباً آٹھ مرتبہ کاربٹ نے اسے دیکھا تھا اور اس پر چار دفعہ گولی چلائی گئی تھی مگر شیر اتنا خوش قسمت تھا کہ ہر بار حیرت انگیز طریقے پر، بچ نکلا تھا۔ اس دوران میں شیر کی وجہ سے کاربٹ کو اپنی زندگی کا بہترین تجربہ ہوا تھا ——— شیر اور خوفناک جنگلی ریچھ کی لڑائی۔ کاربٹ کو یکایک شیر کے بارے میں بوڑھے پجاری کے کہے ہوئے وہ الفاظ یاد آ گئے:
"وہ شیر کوئی عام شیر نہیں ہے۔ اسے نہ تو آپ شکار کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور شکاری۔" کاربٹ کو یہ بات سچی معلوم ہوئی۔

بعد میں کاربٹ کئی بار ادھر گیا لیکن اس نے یہ کبھی نہ سُنا کہ کوئی اور شکاری اس شیر کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

یاما دودی کا شیر

یاما دودی ریاست میسور کا مشہور جنگلاتی علاقہ ہے۔ اس کی سرحد پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جن میں سب سے اُونچی پہاڑی کا نام ہوگر خان ہے۔ یہاں ایک خوبصورت جھیل بھی ہے جس سے ایک چھوٹی سی ندی نکل کر جنگل سے گزرنے والی سڑک کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی ہبرور سے تین میل شمال کی طرف ایک اور جھیل میں جا گرتی ہے۔ اسی علاقے میں تقریباً ہر قسم کے جنگلی جانور ملتے ہیں۔ کچھ شیر اور چیتے بھی پائے جاتے ہیں لیکن اُن کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ یہ شیر اور چیتے عام طور پر ہرنوں اور جنگلی سوروں کو شکار کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں لیکن چونکہ جنگل کے آس پاس کے دیہات کی چراگاہوں میں مُبھینس مویشی بھی کافی تعداد میں پل جاتے ہیں اس لیے بعض اوقات شیر زیادہ بھاگ دوڑ کرنا پسند نہیں کرتا اور چپکے سے چراگاہوں سے ایک آدھ بیل، گائے یا بھینس وغیرہ اُٹھا کر لے جاتے ہیں اور مزے سے دو تین دن تک کھاتے رہتے ہیں۔ اس کام میں اُنھیں بڑی آسانی رہتی ہے۔

چنانچہ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جب کوئی شیر یا شیرنی کسی جانور کو ہلاک کر کے نہ لے جائے۔ چیتوں کی تعداد شیروں سے بھی زیادہ ہے۔ وہ عام طور پر رات کو باہر نکلتے ہیں اور دیہات کے آس پاس گھوم کر بھیڑ، بکری، گائے یا بھینس کا بچھڑا، حتیٰ کہ کُتّے تک، جو بھی ہاتھ آ جائے، شکار کر کے لے جاتے ہیں۔

اس علاقے میں شیر کے ایک بچّے نے کچھ عرصے سے بردر اور اُس کے آس پاس کے دُوسرے دیہات کو بڑی مصیبت میں مُبتلا کر رکھا تھا۔ شروع شروع میں وہ عام طور پر جنگل میں چرتے ہوئے بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں میں سے کوئی موٹی تازی بکری اُٹھا کر لے جاتا رہا لیکن جُوں جُوں جوان ہوتا گیا، اس کی شرارتوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ بکریوں کے بعد اُس نے بچھڑوں پر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیے۔ پہلے پہل تو لوگ سمجھتے تھے کہ یہ کسی چیتے کی کارستانیاں ہیں لیکن جب اُنھوں نے چند بچھڑوں کی گردنیں ٹوٹی ہوئی دیکھیں تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ حرکت کسی چیتے کی نہیں بلکہ شیر کی ہے کیونکہ صرف شیر یا تیندوا ہی دو ایسے جانور ہیں جو اپنے شکار کو اس کی گردن توڑ کر ہلاک کرتے ہیں۔

بچّہ بڑی تیزی سے جوان ہوتا گیا اور ایک ہی سال کے عرصے میں وہ بکریوں اور بچھڑوں کو چھوڑ کر گایوں اور بیلوں پر حملہ آور ہونے لگا۔ دیہات کے باشندے اس کی غارت گری سے اب بُری طرح



تنگ آ چکے تھے۔ چنانچہ کئی شکاری اسے ہلاک کرنے کے لیے یاما دودی کے علاقے میں گھومنے لگے۔ مگر وہ کسی نہ کسی طرح ان کی گولیوں سے بچ بچا جاتا۔ ڈیڑھ سال بعد تو اس نے دیہاتیوں کا ناک میں دم کر دیا کیونکہ وہ اب ہر ہفتے دو تین مویشیوں کو شکار کرنے لگا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ شکار کے لیے ہمیشہ اچھی نسل کے مویشیوں کا انتخاب کرتا تھا۔

کرنل کینتھ اینڈرسن کو بھی اس دوران میں اخبارات کے ذریعے شیر کی سرگرمیوں کی خبریں ملتی رہی تھیں۔ اس کے دل میں بھی اس شیر کو شکار کرنے کی خواہش پیدا ہو رہی تھی چنانچہ جلد ہی ایک موقع آ گیا۔ اینڈرسن کا ایک دوست الفی رابرٹسن جو چند دنوں تک واپس انگلینڈ جانے والا تھا، اس سے ملنے کے لیے آیا۔ وہ جانے سے پہلے اینڈرسن کے ساتھ مل کر شکار کھیلنا چاہتا تھا۔ اینڈرسن اُس کا ساتھ دینے کے لیے فوراً تیار ہو گیا۔ شکار کھیلنے کے لیے یاما دودی ہی کا علاقہ منتخب ہوا۔ وہ بزور کے گاؤں میں کچھ دن رہ کر اس شیر کو شکار کرنے کی کوشش کرنا چاہتے تھے۔ وہ بنگلور سے شام کے وقت کار میں بروز کی طرف روانہ ہو گئے۔ بنگلور سے بروز ایک سو پینتیس میل دُور ہے۔ سڑک کچھ ایسی اچھی نہ تھی۔ چنانچہ بنگلور سے چھیاسی میل کے فاصلے پر ان کی کار کو ایک حادثہ پیش آ گیا۔ ہوا یوں کہ راستے کے عین درمیان

ایک تیز نوک والا پتھر پڑا تھا۔ ان کی نظر اس پر نہ پڑی اور جب کار پتھر پر سے گزری تو بخانے کس طرح اس کی نوک پٹرول کی ٹنکی میں جا لگی اور اس میں سوراخ ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا پٹرول بہہ گیا۔ رات تیزی سے سر پر آ رہی تھی اور وہ ایک عجیب مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ اب نہ تو وہ آگے جا سکتے تھے نہ پیچھے۔ کار کی ٹینکی میں پٹرول کی ایک بوند بھی نہ بچی تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں کہ یکایک اینڈرسن کو یاد آیا کہ ان کے پاس پیرافین کے تیل کی دو بوتلیں ہیں۔ چنانچہ بڑی ترکیب سے تیل کی ایک بوتل ٹینکی میں رکھ کر وہ آگے روانہ ہوئے۔ رستے میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس کا نام تیپوڑ تھا۔ وہاں ایک پٹرول پمپ تھا۔ اُنھیں بڑی اُمید تھی کہ پٹرول پمپ پر نہ صرف انھیں پٹرول ہی مل جائے گا بلکہ وہاں وہ ٹنکی کا سُوراخ بھی ٹھیک کر لیں گے، لیکن جب وہ پٹرول پمپ پر پہنچے تو اُنھیں یہ سُن کر بے حد مایوسی ہوئی کہ پٹرول وہاں بھی ختم ہو چکا تھا اور کل دوپہر تک ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ پٹرول پمپ کے مالک نے اُنھیں بتایا کہ قصبے میں دو ایک لاریاں ہیں شاید ان کے ڈرائیوروں سے کچھ پٹرول مل جائے۔ اینڈرسن اور الفی لاری ڈرائیوروں کو تلاش کرتے کرتے جب ان تک پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ ڈرائیوروں کے پاس بھی پٹرول کی ایک بُوند تک نہیں۔ وہ بڑے مایوس ہوئے۔ وہ اس لمحے کو کوس رہے تھے جب وہ منحوس پتھر کار کی

ٹنکی میں لگا تھا۔ لیکن اس طرح جھنجھلانے سے کیا ہو سکتا تھا۔ ڈرائیور رُن سے اوزار وغیرہ لے کر سب سے پہلے اُنھوں نے ٹنکی کے سوراخ کو ٹھیک کیا اور اس کے بعد کار لے کر قصبے کی گلیوں میں اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ اس وقت رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ ہر طرف سنّاٹا چھایا ہُوا تھا۔ یکایک ایک کوٹھی کے صحن میں انھیں ایک کار کھڑی نظر آئی۔ الفی نے فوراً گاڑی روک دی اور دونوں نیچے اُتر آئے۔ کار کے قریب ہی اس کا مالک یا شاید ڈرائیور سویا ہُوا تھا۔ اینڈرسن نے الفی سے کہا کہ وہ اس شخص کا خیال رکھے اور خود وہ کار کے نیچے گھُس کر ایک ڈبّے میں کار کی ٹنکی سے پٹرول نکالنے لگا۔ کوئی نصف گیلن کے قریب پٹرول نکال کر وہ دونوں دبے پاؤں واپس آئے اور پٹرول میں پیرافین کے تیل کی ایک بوتل ڈالنے کے بعد اپنی کار کی ٹینکی میں ڈال دیا۔ اب ان کے پاس اپنا سفر طے کرنے کے لیے کافی پٹرول تھا۔ چنانچہ گاڑی کو سٹارٹ کر کے وہ اطمینان سے اپنی راہ پر روانہ ہو گئے۔

صبح سات بجے وہ بروز پہنچ گئے۔ اینڈرسن اپنے چند واقف کاروں سے ملا اور اس کے بعد وہ شیر کے شکار کے لیے جنگل کی طرف چل پڑے۔ ابھی وہ نصف میل کے قریب ہی گئے ہوں گے کہ راستے کے ایک طرف اُنھیں ایک مُردہ بیل پڑا ہوا نظر آیا۔ وہ دونوں کار سے اُتر کر اس طرف بڑھے۔ بیل کو دیکھنے سے

پتا چلتا تھا کہ اسے کسی چیتے نے ہلاک کیا ہے۔ لاش نصف کے قریب کھائی ہوئی تھی لیکن اُس کی آنتیں وغیرہ ابھی اُس کے پیٹ ہی میں تھیں۔ شیر اپنے شکار کو ہلاک کرنے کے بعد اُس کے پیٹ سے آنتیں نکال کر الگ رکھ دیتا ہے تاکہ اس کا شکار خراب نہ ہو لیکن چیتا اس طرح نہیں کرتا۔

بیل کی لاش کو دیکھ کر وہ دونوں بڑے خوش ہوئے کیونکہ قُدرت نے اُنھیں شیر سے پہلے چیتے کا شکار کرنے کے لیے خود بخود ہی ایک موقع مہیا کر دیا تھا۔ اُنھوں نے سب سے پہلے بیل کی لاش کو گِدھوں اور چیلوں وغیرہ سے بچانے کے لیے کُچھ جھاڑیاں وغیرہ کاٹ کر اسے ڈھانپ دیا۔ چونکہ آس پاس مچان بنانے کے لیے کوئی اچھّا درخت نہ تھا اس لیے ایک گھنی جھاڑی میں اُنھوں نے کمین گاہ تیار کی جہاں بیٹھ کر وہ چیتے کا شکار کرنا چاہتے تھے۔ اُنھیں اُمید تھی شام کو چیتا اپنا باقی شکار کھانے کے لیے ضرور آئے گا ـــــ کمین گاہ تیار کرنے کے بعد اُنھوں نے اپنا کھانا کھایا اور آرام سے سو گئے۔ شام کے پانچ بجے اُٹھ کر اُنھوں نے بیل کی لاش پر سے پتّے اور ٹہنیاں وغیرہ ہٹا دیں۔ اب اندھیرا پھیلنے والا تھا اس لیے الفی اپنا ضروری سامان رائفل، ٹارچ، کمبل اور پانی کی بوتل وغیرہ لے کر جھاڑی میں جا بیٹھا۔ یہ شکار الفی کرنا چاہتا تھا اس لیے اینڈرسن آرام سے کچھ فاصلے پر کھڑی کار میں جا کر لیٹ گیا۔

ابھی اسے کار میں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اینڈرسن نے کسی کے قدموں کی آہٹ سُنی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر راستے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک گڈریا اُس کی طرف بھاگا چلا آرہا تھا۔ اُس نے اینڈرسن کو بتایا کہ ابھی صرف آدھ گھنٹہ پہلے شیر نے اُس کی ایک گائے کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ اینڈرسن یہ خبر سُنتے ہی اُچھل پڑا۔ شیر کا شکار کرنے کے لیے بھی قدرت نے اُنھیں خود ہی موقع دے دیا تھا۔ اُس نے الغی سے بات کی چنانچہ وُہ بھی چیتے کے شکار کا ارادہ ترک کر کے شیر کے شکار پر آمادہ ہو گیا۔ اُنھوں نے جلدی جلدی سامان سمیٹا اور گڈریے کو ساتھ لے کر آگے چل پڑے۔ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گڈریے نے اُنھیں ایک جگہ رُک جانے کے لیے کہا۔ وہاں کار کھڑی کرنے کے بعد وہ تینوں جنگل کے اندر اس طرف روانہ ہو گئے جہاں شیر نے گائے کو ہلاک کیا تھا۔ اُنھیں زیادہ دُور نہ جانا پڑا۔ تین فرلانگ کے فاصلے پر گائے کی لاش پڑی تھی۔ اُنھوں نے جا کر دیکھا، واقعی شیر نے گائے کو تھوڑی دیر پہلے شکار کیا تھا۔ اس کے نتھنوں سے ابھی تک جھاگ نکل رہی تھی۔ شیر نے گائے کو مارنے کے بعد ابھی چھُوا تک نہیں تھا۔ شاید وہ گڈریے کے اچانک آجانے سے ڈر کر بھاگ گیا تھا۔

اس وقت شام کے چھ بجے تھے۔ اندھیرا بڑی تیزی سے

پھیلتا جا رہا تھا۔ اینڈرسن اور الغی نے مچان بنانے کے لیے کوئی مناسب سا درخت تلاش کرنا چاہا لیکن بد قسمتی سے وہاں کوئی ایسا درخت نہ تھا جو ان کا مطلب حل کر سکتا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی چارا نہ تھا کہ زمین پر بیٹھ کر شیر کو شکار کرنے کی کوشش کی جائے لیکن زمین پر بیٹھ کر شیر کا شکار کھیلنا تو اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ اینڈرسن نے الغی کو بڑا سمجھایا کہ اس طرح شکار کھیلنے میں بڑا خطرہ ہے لیکن الغی اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ وہ شیر پر گولی چلائے بغیر واپس نہ جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے گڈریے کی مدد سے درختوں کی بہت سی بڑی بڑی شاخیں اور ٹہنیاں کاٹ کر زمین پر گاڑنی شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے گائے کی لاش سے پچیس گز کے فاصلے پر ایک بڑی سی گھنی جھاڑی بنا ڈالی۔ ساڑھے چھ بجے وہ اپنا سامان لے کر جھاڑی کے اندر چھُپ کر بیٹھ گئے۔

اب اندھیرے نے جنگل کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا حتیٰ کہ پندرہ بیس منٹ بعد اُنھیں گائے کی لاش بھی دکھائی دینی بند ہو گئی۔ اینڈرسن اور الغی اپنی اپنی رائفلوں کو سنبھالے ہوئے پُوری طرح ہوشیار اور چوکس ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔ یکایک کوئی آدھ میل کے فاصلے سے ایک لومڑی کے چیخنے کی آواز سُنائی دی۔ شیر اب جنگل میں حرکت

کر رہا تھا اور کچھ دیر میں وہ اپنا شکار کھانے کے لیے آیا ہی چاہتا تھا۔ پھر کوئی دس منٹ بعد اُنھیں لاش سے کچھ فاصلے پر ایک ہلکی سی غرّاہٹ سُنائی دی۔ شیر آن پہنچا تھا۔ اینڈرسن نے آہستہ سے الفی کا پاؤں دبایا جس کا مطلب تھا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ چند منٹ اور گزر گئے۔ پھر جھاڑیوں میں سرسراہٹ سی ہوئی اور اس کے بعد کسی چیز کے گھسٹنے کی مدھم سی آواز سُنائی دینے لگی۔ الفی نے یکدم رائفل کے آگے لگی ہوئی ٹارچ کا بٹن دبا دیا اور روشنی کی ایک لکیر دُور تک تیرتی چلی گئی۔ لیکن بدقسمتی سے الفی کا اندازہ غلط نکلا اور ٹارچ کی روشنی بجائے شیر یا گائے کی لاش پر پڑنے کے چند گز آگے نکل گئی۔ شیر کے لیے اتنا موقع ہی کافی تھا اور پیشتر اس کے کہ الفی روشنی کا دائرہ شیر پر ڈالتا، اس نے ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ جھاڑیوں میں پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی اور جنگل میں غائب ہو گیا۔

وہ ایک گھنٹہ مزید وہاں اس اُمید پر بیٹھے رہے کہ شاید شیر دوبارہ واپس آئے لیکن پھر مایوس ہو کر سامان سمیٹنے لگے۔ اب ان کا ارادہ رات گزارنے کے لیے بروز جانے کا تھا۔ سامان اٹھا کر وہ اپنی کار میں آئے اور ابھی انھوں نے کار سٹارٹ ہی کی تھی کہ بروز جانے والی بس ان کے قریب سے دھول اُڑاتی ہوئی گزر گئی۔ وہ بھی بس کے پیچھے چل پڑے۔ جب وہ اس جگہ

پہنچے جہاں اُنھوں نے چیتے کے شکار کے لیے کمین گاہ تیار کی تھی تو بس کی تیز روشنی میں اُنھوں نے جھاڑیوں کے درمیان دو چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔ یہ چیتا تھا جو اپنا باقی شکار کھانے کے لیے آیا تھا۔ بس کے ڈرائیور نے چیتے کو دیکھتے ہی بس روک لی۔ الفی نے بھی کار بس کے آگے لے جا کر کھڑی کر دی۔ چیتا شاید بس اور کار کو رُکتے دیکھ کر ڈر گیا تھا۔ وہ اپنا شکار چھوڑ کر کھیتوں میں سے ہوتا ہوُا جنگل کی طرف جا رہا تھا۔ الفی نے یہ دیکھ کر اپنے پہلو میں رکھی ہوئی رائفل اُٹھالی اور چیتے کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ چیتا ایک تیز غرّاہٹ کے ساتھ ہوا میں اُچھلا اور دُوسرے لمحے گھنے جنگل کے سایوں میں غائب ہو گیا۔ چیتے کی درد بھری چیخ سے پتا چلتا تھا کہ وہ زخمی ہو گیا ہے۔

رات بروز کے ڈاک بنگلے پر گزارنے کے بعد وہ صُبح اُٹھے اور چیتے کی تلاش میں پھر اسی جگہ آ گئے جہاں الفی نے رات اس پر گولی چلائی تھی۔ ایک جگہ اُنھیں خُون کے کچھ دھبّے نظر آئے جو آگے جا کر ایک لکیر کی صُورت اختیار کر گئے۔ خُون کے دھبّوں کو دیکھنے سے پتا چلتا تھا کہ چیتا زخمی تو ضرور ہوُا ہے لیکن معمولی۔ اینڈرسن کو یقین تھا کہ چیتا کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اب خُون کی لکیر گھنی جھاڑیوں کے سلسلے میں داخل ہو گئی تھی۔ اینڈرسن کو یقین تھا کہ چیتا ابھی جھاڑیوں میں کہیں چھپا ہو گا۔ اُس نے الفی کا

بازو بلا کر اسے ہوشیار ہو جانے کو کہا۔ ان جھاڑیوں سے گزرنا بڑا مشکل کام تھا کیونکہ ان کے درمیان سے گزرتے وقت خاصا شور پیدا ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر اینڈرسن اور انفی زمین پر بیٹھ گئے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اس طرح رینگتے ہوئے ابھی وہ بمشکل بیس پچیس گز دُور گئے ہوں گے کہ یکایک اینڈرسن کی نظر چیتے پر جا پڑی جو ایک چھوٹی سی جھاڑی کے پیچھے سے ان پر حملہ کرنے ہی والا تھا۔ اینڈرسن نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ رائفل اُٹھائی اور چیتے پر گولی چلا دی جو اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہوئی نکل گئی۔ چیتا ان سے دو گز کے فاصلے پر گرا اور تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اُس کے سر سے اُس کا بھیجا رس رس کر زمین پر بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد دونوں نے مِل کر چیتے کی کھال اُتاری اور کار میں ڈال کر برور آ گئے۔

چیتا تو اُنھوں نے ہلاک کر لیا تھا اب شیر کی باری تھی جو ان کے ہاتھوں سے بچ نکلا تھا۔ چنانچہ اینڈرسن اور انفی دس دن برور میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران میں اُنھوں نے شیر کو شکار کرنے کا ہر طریقہ استعمال کیا لیکن شیر ان کے قریب بھی نہ پھٹکا۔ صرف ایک دن اُس نے ایک گائے کو ہلاک کیا۔ چنانچہ لاش کے قریب ایک درخت پر مچان بنوا کر انفی چڑھ بیٹھا۔ وہ ساری رات شیر کے انتظار میں بیٹھا رہا مگر شیر نے شکل بھی نہ دکھائی۔ ناچار دس دن کے بعد

وہ صرف ایک چیتے کی کھال لے کر ہی واپس بنگلور روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد وقت گزرتا رہا۔ شیر اسی طرح غریب دیہاتیوں کو مویشیوں کو شکار کر کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھاتا رہا۔ برور اور اس کے گرد و نواح کے لوگ اسی طرح شیر کی غارت گری کے خلاف چیختے رہے اس دوران میں کئی شکاری شیر کو ہلاک کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے لیکن وہ اس قدر چالاک ہو گیا تھا کہ کسی طرح ان کے قابو نہ آتا تھا۔ اینڈرسن کو بھی شیر کی سرگرمیوں کی تمام خبریں پہنچ رہی تھیں لیکن وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے دوبارہ برور نہ جا سکا۔ اچانک ایسا واقعہ ہوا کہ جس سے شیر نے مویشیوں کا شکار چھوڑ کر انسانوں کا شکار کرنا شروع کر دیا۔

ایک اندھیری رات کو برور جانے والی سڑک پر سے شکاریوں کی ایک کار گزری۔ یہ شوقیہ قسم کے شکاری چلتی کار میں سے شکار پر گولی چلا دیتے ہیں۔ وہ اپنی کار کے آگے لگی ہوئی تیز روشنی جنگل پر ڈالتے ہیں اور جو جانور بھی سامنے آ جائے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اس طرح شکار کھیلنا قانوناً منع ہے مگر یہ لوگ چوری چھپے اس قسم کی وارداتیں کرتے رہتے ہیں۔ سب سے بڑی غلطی وہ یہ کرتے ہیں کہ گولی چلانے کے بعد رُک کر یہ

دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کرتے کہ ان کا شکار مر گیا ہے یا صرف زخمی ہوا ہے۔ ویسے ان کے اکثر شکار صرف زخمی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ان کی گولی سے کوئی شیر یا چیتا زخمی ہو جاتا ہے۔ اگر زخم معمولی ہو پھر تو کوئی بات نہیں لیکن اگر انھیں تکلیف دہ زخم ہو جائے تو پھر وہ جنگل کے تیز رفتار جانوروں اور اور بعض اوقات مویشیوں تک کا شکار کرنے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ نتیجتہً وہ ایک تو اپنی بھوک مٹانے کے لیے، دوسرے انسانوں سے اپنے زخم کا انتقام لینے کے لیے آدم خوری شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ بابا دودی کے شیر کو بھی شکاریوں کی اسی غلطی نے آدم خور بننے پر مجبور کر دیا۔

ہاں تو جب ان شکاریوں کی کار بر ور جانے والی سڑک پر سے گزر رہی تھی تو سڑک سے کچھ دور جنگل میں انھیں دو چمکدار آنکھیں نظر آئیں۔ انھوں نے کار کے اوپر لگی ہوئی روشنی کا رخ فوراً اس طرف کر دیا۔ انھوں نے دیکھا وہ ایک شیر ہے۔ دوسرے لمے دو شکاریوں کی رائفلوں سے ایک ساتھ دو گولیاں نکلیں۔ شیر درد کے مارے ایک دفعہ ہیبت ناک آواز میں گرجا اور چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ شکاریوں کی کار آگے بڑھ گئی۔ وہ شیر پر گولی چلانے کی خوشی میں قہقہے لگا رہے تھے۔

تین ماہ گزر گئے۔ بابا دودی کے دیہاتی بڑے حیران تھے

کہ شیر اچانک کہاں غائب ہو گیا ہے۔ ان تین مہینوں میں اس نے ایک بھی مویشی ہلاک نہ کیا تھا۔ پہلے تو وہ سوچتے رہے کہ شاید شیر کسی ناگہانی حادثے سے مر گیا ہے یا پھر شاید کہیں چلا گیا ہے لیکن ایک دن ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے ان کے تمام اندازے غلط ہو گئے۔ وہ خوف اور دہشت سے تھرا اٹھے کیونکہ بابا دودی کے شیر نے اب مویشیوں کو چھوڑ کر انسانوں کا شکار کرنا شروع کر دیا تھا۔

ہوا یوں کہ ایک دن ایک گڈریا جنگل کے قریب بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک شیر اچانک جنگل میں سے نکلا اور ایک بکری کو پنجہ مار کر گرا لیا۔ ابھی وہ مردہ بکری کو اپنے منہ میں اٹھا کر چلنے ہی والا تھا کہ گڈریے نے حیرت انگیز جرأت اور بہادری سے کام لیا اور آگے بڑھ کر شیر کی پیٹھ پر اس زور سے لاٹھی رسید کی کہ شیر مارے درد کے بلبلا اٹھا۔ اس نے بکری کو زمین پر رکھ دیا اور جھپٹ کر گڈریے کو ایک زور کا پنجہ مارا۔ وہ بیچارہ زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ شیر نے انتہائی غصے کے عالم میں اس کا سر بھی کچل ڈالا۔ گڈریا چند لمحے اور رہا تھ پڑ پڑا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اب شیر کے سامنے دو شکار پڑے تھے۔ ایک گڈریا اور ایک بکری۔ گڈریے کے زخموں سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا، شیر نے زبان سے وہ خون چاٹا اور اس کے بعد بکری کو

اُٹھا کر جنگل کی طرف چل پڑا۔ لیکن چند قدم جانے کے بعد نجانے اُسے کیا خیال آیا کہ اُس نے بکری تو وہیں رکھ دی اور گڈریے کو کندھے سے پکڑ کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ یہ تھا بابا وودی کے شیر کا پہلا انسانی شکار جو اُس نے ان احمق شکاریوں سے گولیاں کھانے کے بعد پُورے تین مہینے انتہائی تکلیف کے حالت میں گزارنے کے بعد کیا تھا۔ شکاریوں کی ایک گولی اُس کے نچلے جبڑے پر لگی تھی اور اُس کی ہڈی کو توڑ کر نکل گئی تھی۔ ہڈی ٹوٹ جانے سے شیر کو جس قدر تکلیف ہوئی ہو گی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تین ماہ تک گرد و نواح کے ایک مویشی کو بھی شکار کر کے نہ کھا سکا تھا۔ نہ جانے وہ اتنا عرصہ کس طرح اپنی بھوک مٹاتا رہا ہوگا۔ اب بھی اگرچہ اس کا زخم تو ٹھیک ہو گیا تھا لیکن ہڈی ٹوٹ جانے سے اسے ایک مستقل روگ لگ گیا تھا۔ وہ اب ٹھیک طرح سے شکار نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس واقعے کے بعد اس نے جتنے بھی شکار کیے۔ وہ سب کے سب اُس نے اپنے پنجے کی بھرپور ضرب سے کیے تھے حالانکہ شیر اپنے شکار کی گردن کو اپنے مضبوط جبڑوں میں لے کر اور ایک جھٹکے سے اس کی گردن توڑ کر گراتا ہے۔ اس مجبوری اور تین ماہ کی شدید تکلیف نے اس کے دل میں انسانوں کے خلاف نفرت بھر دی اور وہ ان سے انتقام لینے پر تل گیا۔ چنانچہ اس کی اس نفرت کا سب سے پہلا نشانہ وہ غریب گڈریا بنا۔

اس کے بعد موت پر موت کی خبریں سُنائی دینے لگیں۔ شیر کے آدم خور بنتے ہی اب مویشیوں کی ہلاکتیں کم ہو گئی تھیں۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ آدم خور وُہی شیر ہے جو اس سے پہلے مویشیوں کو شکار کیا کرتا تھا۔ اس شیر کا بچپن ہی سے انسانوں سے سابقہ پڑنے لگا تھا اس لیے وہ بے حد چالاک ہو چکا تھا۔ وہ بابا وودی کے ڈھائی سو مربع میل کے رقبے میں جس ہوشیاری اور چالاکی سے شکار کرتا تھا اسے دیکھ کر انسان اس کی ذہانت کی داد دینے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ وہ جس گاؤں میں ایک دفعہ کسی آدمی کو ہلاک کرتا اس کے بعد کئی کئی مہینے اُس طرف کا رُخ نہ کرتا۔ وہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور دُوسرے گاؤں سے تیسرے گاؤں میں شکار کرتا ہُوا پُوری وادی میں گھومتا پھرتا۔ اس کی سرگرمیاں اگر ایک دو دیہات تک محدُود ہوتیں تو شاید اس قدر نقصان نہ ہوتا لیکن اس قدر وسیع علاقے میں رہنے والے بچارے لوگوں کو تو معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ شیر اس وقت کس علاقے میں ہے اور وہ کب اور کس وقت پھر ان کے گاؤں میں آ نکلے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ قدرے لاپروائی برتتے اور شیر کو بڑی آسانی سے شکار مل جاتا۔

یہ حالات دیکھ کر اینڈرسن نہ رہ سکا اور اُس نے غریب دیہاتیوں کو اس بلا سے نجات دلانے کا ارادہ کر لیا۔ اخباروں کے ذریعے شیر کے متعلق خبریں پڑھ پڑھ کر اُس نے اندازہ لگایا تھا کہ

آدم خور نے سب سے زیادہ شکار ہوگر خان کی پہاڑی کے گرد و نواح کے دیہات میں کیے ہیں۔ ہوگر خان پہاڑی سے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جس کا نام ہوگاری ہالی ہے۔ اینڈرسن نے اس گاؤں کو اپنے پڑاؤ کے لیے منتخب کیا۔ ایک تو اس گاؤں کے باشندے اینڈرسن سے اچھی طرح واقف تھے، وہاں اسے ہر طرح کی مدد ملنے کی پوری اُمید تھی۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی وجہ یہ بھی کہ اس گاؤں میں شیر کو آئے ہوئے دو ڈھائی ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اینڈرسن کو اُمید تھی کہ شیر بہت جلد اس گاؤں کی طرف آنے والا ہے۔ اینڈرسن چاہتا تھا کہ بجائے اِدھر اُدھر پورے یا مادودی کے علاقے میں شیر کے پیچھے پیچھے مارے مارے پھرنے کے ایک گاؤں میں رہ کر اس کے آنے کا انتظار کرے۔ آخر ایک دن وہ اپنا ساز و سامان کار میں رکھ کر ہوگاری ہالی کی طرف روانہ ہوگیا۔

ہوگاری ہالی پہنچ کر اینڈرسن گاؤں کے نمبردار سے ملا جو آدم خور شیروں کے اس مشہور شکاری کا اچھی طرح واقف تھا۔ نمبردار اسے بڑی گرم جوشی سے ملا۔ اینڈرسن نے جب اسے بتایا کہ وہ اس کے گاؤں میں رہ کر آدم خور کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے اینڈرسن کو ہر طرح کی مدد دینے کا وعدہ کرلیا۔ اس کے بعد اینڈرسن کئی روز تک گاؤں کے لوگوں سے مل کر شیر کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا اور شیر کو ہلاک کرنے کے لیے مختلف تجویزوں پر غور

بڑھ رہا ہے اور اب وہ کسی روز بھی ہوگاری ہالی پہنچ سکتا ہے۔

اینڈرسن اسی روز گاؤں کے نمبردار سے ملا اور اس سے کہا کہ وہ کوئی ایسا انتظام کرے جس سے شیر کو اس گاؤں میں کوئی شکار نہ مل سکے۔ اینڈرسن کو ڈر تھا کہ اگر شیر نے گاؤں کے گرد و نواح میں کسی اور شخص کو شکار بنا لیا تو پھر وہ اس کی طرف آنے کی بجائے کسی دُوسری طرف نکل جائے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہوگاری ہالی کا کوئی آدمی ہرگز ہرگز جنگل کی طرف نہ آئے اور اس طرح شیر کو شکار کی تلاش میں چار و ناچار اسی کی طرف آنا پڑے۔ نمبردار نے اینڈرسن کی بات مان لی چنانچہ اس نے اسی روز پُورے گاؤں میں منادی کرادی کہ آدم خور گاؤں کے آس پاس کے علاقے میں داخل ہوچکا ہے اس لیے کوئی شخص بھی جنگل کی طرف نہ جائے۔ لوگوں کو روکنے کے لیے شیر کی آمد کی خبر ہی کافی تھی چنانچہ اس دن کے بعد کسی شخص نے بھی گاؤں کی حد سے باہر قدم دھرنے کی جرأت نہ کی۔

اینڈرسن اگلے دن صُبح سویرے ہی اپنا ضروری سامان لے کر درخت پر جا چڑھا۔ اب کے وہ ناول اپنے ساتھ نہ لایا تھا تاکہ وہ پُوری توجہ سی کی طرف ہی رکھ سکے۔ اب اینڈرسن پُورے زور و شور سے لکڑی کے جھُولے کو درخت کے ساتھ ٹکرا رہا تھا۔ گاہے گاہے وہ کھانسنے بھی لگتا تھا۔ اسی طرح پُورا دن گزر گیا لیکن شیر کہیں دکھائی نہ دیا۔ چونکہ اب شیر کے کسی وقت بھی آجانے کی اُمید تھی اس

کرتا رہا۔

ہوگاری ہالی بڑا پرانا گاؤں ہے۔ یہاں ہندوؤں کے دو بڑے پرانے مندر تھے۔ گاؤں اگرچہ خاصا بڑا ہے لیکن اس کی آبادی اتنی زیادہ نہیں ہے۔ یہاں کے رہنے والے بڑے سادہ لوح انسان ہیں۔ باہر سے آنے والوں کو بڑے پیار اور محبت سے ملتے ہیں اور ان کی آؤ بھگت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ گاؤں کو تین طرف سے گھنے جنگل نے گھیر رکھا ہے۔ ان دنوں جنوب مشرقی سمت میں ناریل اور کیلے کے درختوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اس ذخیرے میں آدم خور دو آدمیوں کو عین دوپہر کے وقت ہلاک کر چکا تھا۔

اینڈرسن کو ہوگاری ہالی میں آئے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا لیکن وہ اب تک کوئی ایسی تجویز نہ سوچ سکا تھا جس سے آدم خور کو یقینی طور پر ہلاک کر سکتا۔ اینڈرسن چاہتا تھا کہ اس بار جب آدم خور اس گاؤں میں آئے تو بچ کر نہ جانے پائے۔ کیونکہ اگر شیر ایک بار یہاں سے بچ کر نکل گیا تو پھر اس کے دو تین مہینے تک یہاں آنے کی کوئی اُمید نہیں۔ دوسرے علاقوں میں اس کا پیچھا کرنا مشکل ہے کیا پتا وہ یہاں سے کس طرف کو نکل جائے۔ ان حالات میں اینڈرسن کو سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نظر نہ آیا کہ وہ اپنے آپ کو آدم خور کا شکار بننے کے لیے پیش کرے۔ اس طریقے سے اس کا اور شیر کا آمنا سامنا ہونے کی اُمید تھی۔ بیل وغیرہ باندھ کر وہ اپنا وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا اور نہ

ہی شیر کو بچ نکلنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ ویسے بھی شیر کو ترغیب دینے کے لیے بیل یا بھینسا باندھنا فضول تھا کیونکہ جب سے شیر نے آدم خوری شروع کی تھی اس کے بعد جانوروں کو شکار کرنا تو اس نے تقریباً ترک ہی کر دیا تھا۔

شیر نے اب تک جتنے شکار کیے تھے ان میں زیادہ تعداد لکڑہاروں اور گڈریوں کی تھی۔ چنانچہ اینڈرسن نے ایک لکڑہارے کے بھیس میں شیر کے سامنے جانے کا ارادہ کر لیا۔ اُس نے ایک بڑی عمدہ تجویز سوچی تھی۔ اُس نے ناریل اور کیلے کے ذخیرے میں ایک اچھا سا درخت چنا اور اس پر ایک کرسی زمین سے پندرہ فٹ اُونچی بڑی مضبوطی کے ساتھ بندھوا دی۔ اس کے بعد اینڈرسن نے چھ فٹ لمبا لکڑی کا ایک مضبوط ٹکڑا لیا اور اسے دو رسّوں سے درخت پر جھولے کی طرح لٹکا دیا۔ اب اس کا منصوبہ مکمل تھا۔ اینڈرسن جب کرسی پر بیٹھتا تو لکڑی کا یہ جھولا عین اُس کے پیروں کے نیچے ہوتا۔ چنانچہ جب وہ اپنے پیر کی ٹھوکر سے لکڑی کے ٹکڑے کو ہلاتا تو وہ زور سے درخت کے تنے سے جا کر ٹکراتا۔ بار بار یہ حرکت کرنے سے ایسی آواز پیدا ہوتی جیسے کوئی لکڑہارا درخت سے لکڑیاں کاٹ رہا ہے۔ اینڈرسن کا خیال تھا کہ شیر اس کی آواز کو سن کر ضرور اس طرف کا رُخ کرے گا اور جب وہ اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرے گا تو اینڈرسن کو اُس پر گولی چلانے کا ایک اچھا موقع

مل جائے گا۔

ہوگاری ہال آنے کے دسویں دن اُس نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ وہ روزانہ درخت پر چڑھ کر اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھ جاتا اور کبھی دائیں کبھی بائیں پیر سے جھولے کی لکڑی کو درخت کے ساتھ ٹکراتا رہتا۔ ایک ہفتہ گزر گیا لیکن شیر کی آمد کے ابھی کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ سارا سارا دن ایک ہی حرکت کرتے کرتے آخر اینڈرسن اس کام سے اُکتا گیا۔ اس اُکتاہٹ کو دُور کرنے کے لیے وہ ایک روز بردر کے ریلوے بک سٹال سے چند ناول خرید لایا۔ اب وہ کرسی پر بیٹھا سارا دن ناول پڑھتا رہتا اور پاؤں کی حرکت سے لکڑی کاٹنے کی آواز پیدا کرتا رہتا۔ دُوسرا ہفتہ بھی گزر گیا لیکن شیر کو نہ آنا تھا اور وہ نہ آیا۔ اس دوران میں اینڈرسن نے علاقے کے ڈپٹی کمشنر سے مل کر یہ انتظام کر لیا کہ جونہی آدم خور اس وادی میں کسی جگہ کوئی شکار کرے اس کی اطلاع فوراً اینڈرسن کو پہنچا دی جائے۔ تیسرے ہفتے کے دُوسرے دن اینڈرسن کو ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ایک پیغام ملا کہ "چکھا گوسر" نامی سڑک پر شیر نے ایک آدمی کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس سے اگلے دن ایک اور پیغام آیا کہ جھیل آئیرن کے شمالی کنارے پر آدم خور نے ایک اور شخص کو ہلاک کیا ہے۔ یہ جھیل ہوگاری ہال سے نو میل کے فاصلے پر تھی۔ ان چیزوں سے اینڈرسن کو امید ہو گئی کہ شیر آہستہ آہستہ اس طرف کو

لیے اینڈرسن نے اگلی دو راتیں اور دو دن درخت ہی پر گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ دُوسرے دن دوپہر کے وقت اینڈرسن اپنی ضروری چیزیں اور کھانے پینے کا کچھ سامان لے کر کرسی پر جا بیٹھا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ سارا دن گزر گیا۔ اس کے بعد رات ہوئی لیکن اینڈرسن پُوری سرگرمی سے جھولے کو درخت سے ٹکراتا رہا۔ رات کے سناٹے میں یہ آواز جنگل میں دُور دُور تک گونجتی رہی۔ آخر صبح ہوئی اور اینڈرسن تھک ہار کر درخت سے نیچے اُتر آیا تاکہ گاؤں میں جا کر کچھ دیر آرام کرے۔ گیارہ بجے دوپہر کے قریب وہ پھر درخت پر آ بیٹھا اور وُہی حرکت کرنے لگا۔ دو تین ہفتوں کی اس مسلسل حرکت سے اب اینڈرسن تھک چکا تھا۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا لیکن اُس نے کوئی پروا نہ کی۔ اب اسے یقین تھا کہ شیر یہاں کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ اس لیے وہ پُوری محنت اور جانفشانی سے کام میں لگا ہُوا تھا۔ سارا دن گزر گیا۔ سُورج ہوگر خان کی پہاڑی کے پیچھے غروب ہو گیا۔ سایے گہرے اور سیاہ ہونے لگے اور پھر رات کا اندھیرا چاروں طرف تیزی سے پھیل گیا۔ اینڈرسن بدستور اپنے کام میں لگا ہُوا تھا۔ کہیں کہیں پرندے درختوں پر پھڑ پھڑا رہے اور چلا رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا اور آہستہ آہستہ سارے جنگل پر ایک خاموشی ہو گئی - اس ہولناک سناٹے میں صرف ایک آواز تھی جو مسلسل جنگل میں گونج رہی تھی اور وہ تھی اینڈرسن کے جھولے کی آواز۔

دفعتاً دس بجے کے قریب جنگل میں ایک ہرن کی آواز اُبھری جو پہلے تو رُک رُک کر آتی رہی لیکن بعد میں مسلسل سُنائی دینے لگی جنگل میں یقیناً کوئی درندہ حرکت کر رہا تھا۔ شیر، چیتا یا تیندوا۔ اینڈرسن سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ آدم خور شیر ہی ہو۔ وہ اور زیادہ زور سے تیزی سے لکڑی کو درخت کے ساتھ ٹکرانے لگا تاکہ اگر وہ آدم خور ہے تو اس آواز کو سُن کر سیدھا اس طرف آ جائے۔ اب پھر ایک گہری خاموشی چھا چکی تھی۔ وقت گزرتا گیا۔ پھر کوئی ایک میل کے فاصلے پر ایک ہرن کی خوف زدہ آواز سُنائی دی جو چند بار گونج کر جنگل کی خاموشی میں ڈوب گئی۔ اینڈرسن اب پوری طرح ہوشیار اور چوکنا ہو چکا تھا کیونکہ ہرن کی آواز سے پتا چلتا تھا کہ وہ جو کوئی بھی درندہ ہے اب آہستہ آہستہ اس طرف کو بڑھ رہا ہے۔ اینڈرسن لکڑی کو درخت سے ٹکرانے کے ساتھ ساتھ اب آس پاس کی جھاڑیوں اور درختوں کے سایوں کو بھی چاند کی مدھم روشنی میں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر شیر اس طرف آ جائے تو وہ مجھ پر کس طرف سے حملہ کرے گا اور خود میں کس طرح اس پر گولی چلانے کی کوشش کروں گا۔

دفعتاً اینڈرسن کا وہ احساس جاگ اُٹھا جو اس سے پہلے بھی اس کو کئی بار موت کے مُنہ سے بچا چکا تھا۔ اسے اچانک محسوس ہُوا کہ آدم خور اس کے قریب پہنچ چکا ہے اور اگلے چند لمحوں میں اس پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ اینڈرسن نے بڑی ہوشیاری سے چاروں

طرف گہری نظر سے دیکھا اور ساتھ ہی اپنی رائفل کو، مُنہ سے اس کا کارک ہٹا کر، ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن آس پاس کی جھاڑیاں تو اسی طرح خاموش تھیں، ان میں تو کوئی چیز بھی نظر نہ آ رہی تھی۔ اینڈرسن کو اطمینان نہ ہُوا۔ اس کی خطرے کے وقت جاگنے والی حِس اسے غلط اطلاع نہ دے سکتی تھی اینڈرسن لکڑی کو بجاتے ہوئے اک دم اُٹھ کر کُرسی پر کھڑا ہو گیا اور بالکل ہندوستانی انداز میں زور زور سے کھانسنے اور تھوکنے لگا۔ دفعتہً آدم خور ایک قریبی جھاڑی سے بجلی کی طرح اُچھل کر نکلا اور دھاڑتا ہُوا درخت کی طرف بڑھا۔ اینڈرسن نے دیکھا وہ ایک خُوب اُونچا، جوان اور خوبصورت شیر تھا۔ درخت کے قریب پہنچ کر اُس نے ایک زبردست چھلانگ لگائی اور اینڈرسن کی کُرسی سے صرف تین فٹ نیچے درخت کے دو تنوں کے درمیان آ بیٹھا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ اپنے خوفناک جبڑوں میں اینڈرسن کی ٹانگ پکڑ کر اسے کُرسی سے نیچے گھسیٹ لیتا، اینڈرسن نے تیزی سے رائفل کے آگے لگی ہوئی ٹارچ کا بٹن دبا دیا، دُوسرے لمحے رائفل کی نالی سے ایک گولی نکلی۔ گولی کی خوفناک آواز کے ساتھ ہی شیر کی دل ہلا دینے والی دھاڑ سنائی دی اور وہ تیورا کر زمین پر گر گیا۔ اینڈرسن نے دُوسری گولی بھی چلا دی۔ ایک اور زبردست گرج سُنائی دی لیکن تیسری گولی چلنے سے پہلے ہی شیر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اس کے بعد سو گز کے فاصلے پر ایک آواز سُنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک

ہوُا تھا کہ اینڈرسن ابھی تک کرسی پر حیران و ششدر کھڑا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کے حواس بجا ہوئے تو اُس نے اطمینان کا ایک لمبا سا سانس لیا اور ماتھے سے پسینہ پُونچھ کر پھر کُرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے پُورا پُورا یقین تھا کہ شیر اس کی گولیوں سے بُری طرح زخمی ہو چکا ہے لیکن اسے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ دو گولیاں چلانے کے باوجود شیر کو مار نہیں سکا۔ باقی رات اینڈرسن نے درخت پر بیٹھ کر اونگھتے ہوئے گزار دی۔ صبح ہوئی تو وہ درخت سے اُترا اور گاؤں کی طرف چل پڑا تاکہ گاؤں کے لوگوں کی مدد سے زخمی آدم خور کا سراغ لگانے کی کوشش کرے۔

اینڈرسن نے جب نمبردار کو جا کر یہ خبر سُنائی کہ وہ آدم خور شیر کو بُری طرح زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو نمبردار بڑا خوش ہوُا۔ اینڈرسن نے اسے شیر کا تعاقب کرنے کے لیے ایک تجویز بتائی۔ نمبردار فوراً اس کے لیے ضروری انتظامات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اسی دوران میں اینڈرسن نے نہا دھو کر ناشتہ کیا اور رائفل لے کر جنگل کی طرف چل پڑا۔ اُس نے جھولے والے درخت پر چڑھ کر جنگل میں دُور دُور تک نظر دوڑائی لیکن زخمی آدم خور اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نمبردار تین دیہاتیوں اور پندرہ بھینسوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔ پروگرام یہ تھا، بھینسوں کے اس ریوڑ کو جنگل میں سے گزارا جائے شیر جہاں کہیں بھی چھپا ہوگا، بھینسے اسے دیکھ کر بولیں گے، یا شیر ان پر

حملہ کرے گا اور اس طرح اُس کا پتا چل جائے گا۔

درخت کے نیچے شیر کے خُون کے بڑے بڑے دھبے تھے۔ جو ایک لکیر کی صُورت میں جنگل کی طرف جاتے نظر آ رہے تھے۔ اینڈرسن نے سب بھینسوں کو ایک قطار کی شکل میں اس لکیر پر ہانکنا شروع کر دیا اور خود دونوں دیہاتیوں کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ نمبردار اور ایک دیہاتی کو، جو بھینسوں کا مالک تھا، اُس نے درخت پر چڑھا دیا تاکہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ شیر ان پر کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دے۔

بھینسوں کو ہانکتے ہوئے ابھی وہ زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ اچانک اُنھیں ایک بوجھل سی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی چلتے ہوئے بھینسے رُک گئے اور سر نیوڑھا کر کھڑے ہو گئے۔ اینڈرسن نے آہستہ سے اپنے ایک دیہاتی کے کان میں کچھ کہا اور وہ فوراً ایک قریبی درخت پر چڑھ کر جنگل میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اینڈرسن کو بتایا کہ شیر آس پاس کہیں بھی نظر نہیں آ رہا۔ اینڈرسن نے اسے نیچے آنے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد وہ مل کر بھینسوں کو آگے ہانکنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن بھینسوں نے اپنی جگہ سے ایک قدم بھی آگے بڑھانے سے انکار کر دیا۔ یہ دیکھ کر اینڈرسن نے اپنے ایک ساتھی کو پھر درخت پر چڑھا کر اور دُوسرے کو

اپنے ساتھ لے کر نمبردار کے پاس آیا اور اسے کہا وہ جلدی سے گاؤں جائے اور وہاں سے کچھ کتے پکڑ کر لے آئے۔ نمبردار اور دُوسرا دیہاتی فوراً گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک گھنٹے کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ صرف دو کُتے تھے۔ اینڈرسن نے ان کُتوں کو شہ دے کر بھینسوں کے پیچھے چھوڑ دیا۔ کُتے بھونکتے ہوئے غراتے ہوئے بھینسوں کی طرف بڑھے۔ اس طرح بھینسے کُتوں سے کسی قدر خوف زدہ ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ ابھی وہ زیادہ سے زیادہ پچیس گز دور گئے ہوں گے کہ اچانک شیر کے زور سے غرّانے کی آواز آئی۔ بھینسے پھر ڈر کر اپنے پیروں پہ کھڑے ہو گئے اور کُتے زور زور سے بھونکنے لگے۔ یہ دیکھ کر اینڈرسن آگے بڑھا اور بھینسوں کے درمیان سے ہوتا ہُوا سب سے اگلے بھینسوں کے نیچے پہنچ گیا اور ان کی ٹانگوں کے درمیان سے ہوتا ہُوا شیر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن شیر اسے کہیں نظر نہ آیا۔ اینڈرسن نے اگلے دونوں بھینسوں کو ہانکنا چاہا لیکن وہ خوف زدہ ہو کر اُلٹے پاؤں پیچھے کو مُڑے اور بھاگ اُٹھے۔ اینڈرسن اُن کے کھروں کے نیچے دبتے دبتے بڑی مشکل سے بچا۔

اینڈرسن اس وقت ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اس کے سامنے ایک زخمی شیر تھا جو کسی وقت بھی اُس پر حملہ کر سکتا تھا۔ بھینسے آگے بڑھنے پر کسی طرح تیار نہ ہو رہے تھے۔ اینڈرسن کو ڈر تھا کہ اگر

اُس نے اُنھیں زبردستی ہانکنے کی کوشش کی تو وہ سب مل کر اس پر حملہ کر دیں گے۔ آخر جان تو ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔ کچھ سوچ کر وہ پھر واپس مُڑا اور درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کو نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ پھر دونوں دیہاتیوں کی مدد سے وہ ان جھاڑیوں میں پتھر پھینکنے لگا جہاں شیر چُھپا بیٹھا تھا۔ پتھر لگنے سے آدم خور بڑے غصے کی حالت میں غرّایا لیکن وہ جھاڑیوں سے نکلنے پر آمادہ نہ ہُوا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بہت بُری طرح زخمی ہو چکا ہے اور اپنی جگہ سے ہل جُل بھی نہیں سکتا۔

جب پتھر پھینکنے سے بھی کام نہ چلا تو اینڈرسن بے بس ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ شیر کسی طرح اپنی پناہ گاہ کو نہیں چھوڑ رہا تھا۔ بھینسے آگے نہیں بڑھ رہے تھے اور خود اینڈرسن بھی اس حالت میں شیر کے سامنے نہیں ہونا چاہتا تھا۔ خدا جانے وہ کہاں اور کس جھاڑی میں چھپا ہُوا ہے؟ زخمی ہو کر تو شیر بے حد خوفناک ہو جاتا ہے۔ اگر اُس نے اینڈرسن پر اچانک حملہ کر دیا تو اس کی موت یقینی ہے ——

بڑی سوچ بچار کے بعد آخر اینڈرسن کے ذہن میں ایک تجویز آئی۔ اُس نے بھینسوں کو تو وہیں چھوڑا اور دونوں دیہاتیوں اور کُتوں کو ہمراہ لے کر ایک بڑا چکر کاٹ کر جھاڑیوں کی بائیں سمت آ گیا۔ اب وہاں شیر ان سے کوئی تین سو گز دُور تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے پھونک

پھونک کر قدم دھرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ راستے کے ہر درخت پر دونوں دیہاتی چڑھ جاتے اور شیر کو دیکھنے کی کوشش کرتے۔ اس طرح اُنھوں نے کوئی دو سو گز کا فاصلہ طے کر لیا۔ تب ایک دیہاتی نے اینڈرسن کو رُک کر آنے کا اشارا کیا۔ اسے درخت کی شاخوں کے درمیان سے کوئی سُرخ سی چیز نظر آ رہی تھی۔ اینڈرسن بھی فوراً اس درخت پر چڑھ گیا اور دیہاتی کے ہاتھ کی سیدھ میں غور سے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جھاڑیوں کے درمیان اسے وہ چیز نظر آ گئی جو شیر کے علاوہ اور کچھ نہ ہو سکتی تھی۔ اینڈرسن نے نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ ایک زبردست دھاڑ کی آواز سنائی دی۔ دُوسرے لمحے شیر غرّاتا ہُوا جھاڑیوں سے نکلا اور ایک قریبی بھینسے پر پل پڑا۔ اس نے سمجھا تھا کہ گولی شاید بھینسوں کی طرف سے آئی ہے۔ شیر بھینسے کی پیٹھ پر چڑھا بیٹھا تھا اس کے پنجے بھینسے کی کھال میں پیوست تھے اور وہ بُری طرح غرّا رہا تھا۔ سخت تکلیف کی وجہ سے بھینسا ڈکراتا ہُوا اِدھر اُدھر بھاگا پھر رہا تھا۔ دُوسرے بھینسے ڈر کی وجہ سے ایک طرف سمٹے ہوئے سر نیوڑھائے کھڑے تھے۔ اینڈرسن اس وقت بڑی کشش و پنج میں تھا۔ اس وقت شیر اور بھینسا دونوں اس کے سامنے تھے لیکن وہ گولی چلاتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ بھینسے کو نہ جا لگے۔ بھینسے کی بھاگ دوڑ اور کچھ اپنے زخموں کی وجہ سے شیر بھینسے کو نہ تو ہلاک کر سکا اور نہ اس پر زیادہ دیر تک سوار ہی رہ سکا۔ تھک ہار کر وہ پھر نیچے اُتر آیا اور

ڈکراتا ہُوا جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ اب وہ اینڈرسن سے فقط پچیس گز دُور اور پُوری طرح رائفل کی زد میں تھا۔ اینڈرسن نے احتیاط سے نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ گولی اس کے داہنے کندھے کے نیچے لگی اور وہ وہیں ایک جھاڑی کے قریب ڈھیر ہو گیا۔ اینڈرسن کے ساتھیوں نے شیر کو گرتے دیکھا تو اُنھوں نے خوشی سے بھرپور ایک نعرہ لگایا اور درخت سے اُتر کر ناچتے ہوئے شیر کی طرف بڑھے۔ اینڈرسن بھی درخت سے اُتر آیا۔ اُس نے خُدا کا شکر ادا کیا کہ وہ ایک ایسے آدم خور شیر کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہُوا تھا جس نے کئی سال تک یانادوی کی پُوری وادی کو دوزخ کا نمونہ بنائے رکھا تھا اور جس نے بڑے بڑے نامی شکاریوں کو ناک چنے چبوائے تھے۔

شیر کی کھال اُتارتے وقت اینڈرسن نے دیکھا کہ اُس کی پہلی گولی جو اُس نے کُرسی پر کھڑے ہو کر چلائی تھی، شیر کے داہنے گال کے نیچے لگی تھی جس سے اُس کے گال کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ دُوسری گولی اُس کے پیٹ میں لگی تھی اور اُس میں ایک بڑا سوراخ کر گئی تھی جس میں سے شیر کی آنتیں باہر نکل کر لٹکنے لگی تھیں۔ تیسری اور آخری گولی اُس کے دل کو چیرتی ہوئی گُزر گئی تھی۔ کار والے شکاریوں کی گولی سے شیر کا جبڑا ٹوٹ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ آدم خوری پر اُتر آیا تھا۔ بہر حال اُن اُنتیس انسانوں کا خون، جو شیر نے آدم خور

بننے کے بعد ہلاک کیے تھے، ان شکاریوں کی گردن پر تھا، جن کی بد احتیاطی کی وجہ سے شیر آدم خور بنا تھا۔

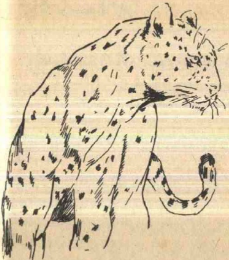
کمپا کارائے کا شیر

کمپا کارائے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو جنوبی ہند میں صوبہ مدراس کے ضلع سالم میں واقع ہے۔ گاؤں کے ارد گرد کھیت ہیں اور ان کھیتوں سے پرے بانسوں کے گھنے جنگل ہیں۔ کمپا کارائے سے گیارہ میل کے فاصلے پر ایک دُوسرا گاؤں ہے جس کا نام موتز ہے۔ ایک دن ایک بوڑھا پجاری موضع موتز سے کمپا کارائے جانے کے لیے گھر سے روانہ ہوا۔ لیکن وہ راستے میں کہیں گم ہو گیا۔ لوگوں کو پتہ چلا تو وہ ایک جتھا بنا کر اس کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی ہاتھی نے پجاری کو ہلاک کر دیا ہو گا۔ کیونکہ بانس کے جنگلوں میں ہاتھیوں کی بڑی کثرت تھی۔ کمپا کارائے سے کوئی پانچ میل دُور انہیں ایک پگڈنڈی کے کنارے ایک شیر کے پنجوں کے نشان اور خون کے کچھ خشک دھبے نظر آئے۔ ان سے کچھ فاصلے پر پجاری کی چھڑی اور اس کی دھوتی پڑی تھی۔ لوگوں کو یہ چیزیں دیکھ کر یقین ہو گیا کہ پجاری ضرور کسی شیر کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ شیر کے پنجوں کو دیکھتے ہوئے جنگل

میں کافی دُور تک بچُلدی کی لاش کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

اِس واقعے کے دس دن بعد ایک عورت شام کے وقت گاؤں سے باہر کنویں سے پانی بھرنے گئی لیکن گھر لوٹ کر نہ آئی۔ کافی دیر تک انتظار کرنے کے بعد آخر اس کے خاوند نے دوسرے لوگوں کو بتایا اور سب مل کر اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب وہ کنویں پر پہنچے تو اُنھوں نے دیکھا کہ گھڑا زمین پر اوندھا پڑا تھا اور اس کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا تھا اور اس بچاری عورت کا دُور دُور تک کوئی پتا نہ تھا۔ چونکہ رات کافی جا چکی تھی اس لیے وہ سب مایوس ہو کر گھر لوٹ آئے۔ دوسری صُبح پھر آدمیوں کی ایک پارٹی عورت کی تلاش میں نکلی۔ جنگل کے قریب ہی ایک جھاڑی میں سب سے پہلے انھیں عورت کی ساڑی، پھر اس کا گلوبند اور پھر اس کے جسم کے کچھ بچے کھچے حصّے دکھائی دیئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ شیر بے حد بھوکا تھا۔ اس نے عورت کے ڈھانچے پر ایک بوٹی بھی نہ چھوڑی تھی بلکہ اس کا سر اور جسم کی اکثر ہڈیاں تک چبا گیا تھا۔

اب دو اُوپر تلے ہونے والے واقعات سے کمپا کارائے کے رہنے والے بے حد خوف زدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے کھیتوں پر کام کرنا چھوڑ دیا تھا کاروبار بند ہو گیا۔ آس پاس کے دیہات کے لوگ اب شیر کے ڈر سے کمپا کارائے نہ آتے تھے اور کمپا کارائے کے لوگ اب



کسی اور جگہ نہ جاتے تھے۔ وُہ دن رات گھروں کے دروازے بند کرکے بیٹھے رہتے۔ حتیٰ کہ اُنھوں نے ٹٹّی پیشاب کے لیے بھی باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ انھیں ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ ادھر ہم باہر نکلے اور اُدھر آدم خور نے ہمیں دبوچا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے گھروں میں گندگی بڑھنے لگی۔ بُو اور غلاظت میں رہنے کی وجہ سے ہر وقت کسی وبا کے پھوٹ نکلنے کا بھی ڈر لگا رہتا تھا۔

کمپا کا رائے میں آدم خور شیروں کے مشہور شکاری کرنل کینتھ' اینڈرسن کا ایک دوست بترا رہتا تھا۔ ایک رات بترا کا داماد گھر میں بڑھتی ہوئی غلاظت سے تنگ آکر ٹٹّی کے لیے چپکے سے باہر کھیت میں نکل گیا۔ اس رات تو وہ خیریت سے واپس آگیا۔ لیکن اب وہ روزانہ رات کے وقت باہر نکل جاتا اور رفع حاجت کے بعد واپس آجاتا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دن تک نہ چل سکا۔ ایک رات وہ باہر گیا اور لوٹ کر نہ آیا۔ اس کی بیوی جو بڑی بے صبری اور پریشانی میں بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھی، بلند آواز میں رونے لگی اور لوگوں کو مدد کے لیے بلانے لگی لیکن کوئی اس کی مدد کے لیے نہ آیا۔ لوگ اپنے اپنے بند گھروں میں دبکے ہوئے اس کی چیخ و پکار سُن رہے تھے۔ لیکن اتنی جرأت کسی میں نہ تھی کہ باہر نکل کر اسے تسلّی دینے کی کوشش کرے۔ وہ بیچاری رات بھر روتی اور بین کرتی رہی۔

صُبح ہوئی تو لوگوں کا ایک گروہ ڈرتے ڈرتے اس کی تلاش میں نکلا لیکن انھیں گاؤں سے زیادہ دُور نہ جانا پڑا۔ صرف دو سو گز دُور ایک جھاڑی میں اس کی بچی کھچی ہڈیاں مل گئیں۔ شیر نے لاش پر اس مرتبہ بھی ایک بوٹی تک نہ چھوڑی تھی۔

چونکہ یہ حادثہ بترا کے داماد کے ساتھ پیش آیا تھا اور اینڈرسن اس کا پُرانا دوست تھا اس لیے اگلے ہی روز بترا اٹھارہ میل کا سفر طے کر کے نیاگرام کے گاؤں آگیا۔ یہ سفر اس نے بالکل اکیلے طے کیا تھا کیونکہ آدم خور کے ڈر سے کوئی شخص بھی اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ نیاگرام سے اس نے اپنے ایک دوست انگا کو ساتھ لیا اور دونوں بس میں سوار ہو کر بنگلور کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات کے نو بجے وہ اینڈرسن کے گھر پہنچ گئے۔ اینڈرسن اپنے پُرانے دوستوں سے مل کر بہت خوش ہُوا۔ بترا نے اُسے آدم خور کے متعلق بتایا اور اینڈرسن سے کہا کہ وہ اُس کے داماد کا انتقام لینے کے لیے اس کے ساتھ کمپا کا رائے چلے۔ اینڈرسن اپنے دوست کو انکار نہ کر سکا اور تین دن کے بعد اپنا ضروری سامان لے کر وہ نیاگرام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کار کو اُنھوں نے نیاگرام ہی میں چھوڑ دیا کیونکہ آگے انھیں پیدل جانا تھا۔ کمپا کا رائے سے کوئی دو میل اُدھر ہی انھیں ایک جگہ شیر کے پنجوں کے تازہ نشان نظر آئے۔ چونکہ آدمیوں کا اس طرف آنا جانا

بالکل بند ہو چکا تھا اس لیے نشان بالکل صاف اور واضح تھے۔ اینڈرسن نے ان نشانوں کو اچھی طرح دیکھ لیا لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ نشانات اس آدم خور شیر کے پنجوں کے تھے یا کسی دُوسرے عام شیر کے۔ کمپا کارائے پہنچ کر اینڈرسن نے لوگوں کو تسلی دی اور ان سے آدم خور کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔ لیکن گاؤں کے لوگ اسے کُچھ بھی نہ بتا سکے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اُنھوں نے شیر کو ابھی اچھی طرح دیکھا تک بھی نہ تھا۔ وہ تو اس کی ایک دو وار داتوں کے بعد اس قدر خوف زدہ ہو چکے تھے کہ اُنھوں نے گھروں سے نکلنا تک چھوڑ دیا تھا پھر بھلا وُہ اینڈرسن کو اُس کے متعلق کیا بتا سکتے تھے۔

اب اینڈرسن کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ شیر کو ہلاک کرنے کے لیے کیا طریقہ استعمال کیا جائے۔ پہلے تو اُس نے سوچا کہ شیر کے کسی تازہ شکار کا انتظار کیا جائے یا کوئی بیل وغیرہ باندھ کر اسے ترغیب دی جائے۔ لیکن اس شیر میں ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی تھی کہ اُس نے اب تک گاؤں کے کسی مویشی کو ہلاک نہ کیا تھا۔ اس کے تمام حملے انسانوں پر ہوئے تھے۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ کسی آدمی کو شیر کا شکار بننے پر آمادہ کیا جاتا۔ لیکن اس تجویز پر بھی اینڈرسن کے سوا اور کون عمل کر سکتا تھا۔ آخر بتزا اور رانگا کے مشورے سے اینڈرسن نے دونوں

ہی ترکیبیں آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ کمپا کارائے میں اُنھیں بھینسا تو کوئی نہ مل سکا البتہ دو بیل اُنھوں نے خرید لیے۔ ایک بیل کو اُنھوں نے جنگل میں اُس جگہ باندھ دیا جہاں انھیں بینا گرام سے کمپا کارائے آتے وقت شیر کے پنجوں کے نشان دکھائی دیے تھے۔ دُوسرا بیل گاؤں کے باہر خشک ندی کی تہ میں باندھ دیا گیا اور خود اینڈرسن رات ہونے پر اس کنوئیں کی منڈیر پر جا بیٹھا جہاں سے شیر ایک عورت کو اُٹھا کر لے گیا تھا۔

منڈیر پر بیٹھے بیٹھے اینڈرسن نے اپنے اِرد گرد کا اچھی طرح جائزہ لینا شروع کیا۔ کنوئیں سے چند گز پرے شیشم کے کُچھ درخت اُگے ہوئے تھے۔ وقتاً فوقتاً پانی ملتے رہنے سے اِن درختوں کے نیچے لمبی لمبی گھاس اُگ آئی تھی۔ درختوں سے پچاس گز پرے بانسوں کے جنگل کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ اینڈرسن نے گھاس کو غور سے دیکھا تو اسے احساس ہوُا کہ یہ گھاس اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ شیر بڑی آسانی کے ساتھ اس گھاس کی آڑ میں سے اُس پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اینڈرسن نے اپنا رُخ بدل کر مُنہ گھاس کی طرف کر لیا تاکہ شیر کی آمد پر نظر رکھ سکے۔ وُہ چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ اینڈرسن کو یقین تھا کہ اگر شیر اس طرف آنکلا تو وہ بڑی آسانی سے چاندنی رات میں اس کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن چاند کے طلوع ہونے میں ابھی کافی دیر تھی۔ اس وقت

اینڈرسن کے چاروں طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ یہ اندھیرا اینڈرسن کے لیے بڑا خطرناک تھا کیونکہ رات کی اس تاریکی میں شیر اگر اس طرف آنکلتا تو اسے اینڈرسن کو شکار بنانے کے لیے کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اس خطرے کا اینڈرسن کو بھی احساس تھا۔ وہ دِل ہی دِل میں ڈر رہا تھا اور بڑی ہوشیاری سے چوکنا ہو کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ دُور دُور تک گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ چند چمگادڑیں کنوئیں کے اندر پھڑپھڑائیں اور اپنی پیاس بجھا کر اُڑ گئیں۔ اینڈرسن کی اُنگلی رائفل کی لبلبی پر تھی اور وہ کسی بھی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار بیٹھا تھا۔ اسی حالت میں ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا، لیکن یہ ڈیڑھ گھنٹہ اینڈرسن کو ڈیڑھ سال کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔

نو بجے کے فوراً بعد مشرقی پہاڑیوں کے پیچھے سے روشنی نمودار ہونے لگی جس سے ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔ پھر آہستہ آہستہ چاند اُبھرتا ہوا نظر آیا۔ اور اس کی روشنی ساری وادی میں پھیل گئی۔ اب اینڈرسن کی جان میں جان آئی کیونکہ اب ہر چیز صاف نظر آنے لگی تھی۔ اس وقت اگر شیر اس طرف آجاتا تو اینڈرسن اس سے دو دو ہاتھ کر سکتا تھا۔ اینڈرسن پُوری ہوشیاری سے بیٹھا تھا اور بار بار اپنے چاروں طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ گیارہ بجے کے قریب ایک ہرن کی تیز اور خوف زدہ آواز سُنائی دی۔ یہ آواز ندی کی طرف سے آ رہی تھی جہاں اینڈرسن نے بیل باندھا ہوا تھا۔ اس

کے بعد پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ اینڈرسن کا خیال تھا کہ شیر ضرور اس طرف آئے گا لیکن رات کا آخری پہر آگیا اور شیر کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ آخر اینڈرسن ایک ترکیب سوچ کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے کنوئیں کی چرکھڑی کو زور زور سے گھمانا شروع کر دیا۔ رات کی خاموشی میں جب اس نے ساتھ بندھا ہوا ڈول پانی سے ٹکراتا تو بڑے زور کی آواز پیدا ہوتی جو جنگل میں دُور دُور تک پھیل جاتی۔ اینڈرسن کا خیال تھا کہ اگر شیر کہیں آس پاس موجود ہوا تو وہ اس کی آواز سُن کر ضرور اُدھر آئے گا۔ لیکن کافی دیر تک اس طرح کرنے کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب چاند درختوں کی اوٹ میں ہو گیا تھا اور گہرا اندھیرا ہر طرف چھا رہا تھا۔ اینڈرسن مایوس ہو کر پہلے کی طرح پھر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔ اب اندھیرے میں اسے اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں شیر اچانک اس پر حملہ نہ کر دے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ گہری تاریکی میں شیشم کے درخت اب کالے دھبوں کی طرح نظر آ رہے تھے اور ان کے نیچے اُگی ہوئی گھاس تو دکھائی ہی نہ دیتی تھی۔ کنوئیں کے قریب جھاڑیوں میں چھپے ہوئے خرگوش اور جنگلی چوہے بھی اب باہر نکل آئے تھے اور ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ ان کے پاؤں کے نیچے جب کسی خشک پتے کے چرمرانے کی آواز سُنائی دیتی تو اینڈرسن کو یوں معلوم ہوتا جیسے آدم خور آگیا ہے اور اگلے ہی لمحے اس پر کودنے والا تھا۔

اُسے بے اختیار خوف کے مارے ایک جھُرجھُری سی آجاتی۔

آدم خور کے خوف اور رات بھر جاگنے کی وجہ سے صُبح تک اینڈرسن کا بُرا حال ہوگیا۔ سات بجے کے قریب جب سُورج طلوع ہوا تو بوجھل اور تھکے ہوئے جسم اور نیند سے بند ہوتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اُٹھا اور واپس اپنے خیمے میں آگیا۔ گرم گرم چائے پی کر اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو وہ سو گیا اور دوپہر تک سوتا رہا۔ اس کے بعد اینڈرسن نے بترا اور رانگا کو ساتھ لے کر سب سے پہلے بیل دیکھا جو انھیں نے ندی کی تہ میں باندھا تھا۔ وہ صحیح سلامت موجود تھا۔ اس کے اردگرد غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ایک شیر بیل کو پندرہ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو کر کچھ دیر گھورنے کے بعد واپس چلا گیا تھا۔ ندی کی خشک اور نرم ریت پر شیر کے پنجوں کے نشانات صاف نظر آرہے تھے۔ رات کے وقت اینڈرسن کو جس ہرن کی آواز سُنائی دی تھی اُس نے یقیناً اسی شیر کو دیکھا تھا۔ اینڈرسن نے شیر کے پنجوں کا بغور معائنہ کیا لیکن اسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ اسی شیر کے پنجوں کے نشان تھے جو انھوں نے چھاوت آتے وقت راستے میں دیکھے تھے یا کسی دُوسرے شیر کے تھے لیکن اس کے باوجود اینڈرسن کو اس بات کا یقین تھا کہ یہ شیر ضرور آدم خور تھا کیونکہ ایک عام شیر بیل کو دیکھ کر اسے ہلاک کیے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

پھر وہ دُوسرے بیل کو دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ لیکن یہ دیکھ کر

ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس بیل کو کسی شیر نے ہلاک کر دیا تھا۔ غور سے دیکھنے سے پتا چلا کہ بیل کو ہلاک کرنے والے شیر کے پنجوں کے نشان پہلے شیر کے پنجوں کے نشانوں سے بالکل ملتے تھے۔ اس بات پر اینڈرسن اُلجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ اب سوچ رہا تھا کہ کہیں اس علاقے میں دو شیر تو نہیں ہیں۔ اگر وہاں ایک ہی شیر تھا تو اس نے پہلے بیل کو دیکھ کر کیوں چھوڑ دیا تھا اور دُوسرے بیل کو کیوں ہلاک کر دیا تھا۔

اینڈرسن کا خیال تھا کہ اس علاقے میں دو شیر تھے۔ ایک تو آدم خور شیر تھا اور اُسی نے پہلے بیل کو محض چند منٹ گھُور کر چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ بیل کے شکار کی بجائے کسی انسان کا شکار زیادہ پسند کرتا تھا اور دُوسرے شیر نے جو کہ آدم خور نہیں تھا دُوسرے بیل کو ہلاک کر دیا تھا۔ رانگا اینڈرسن کے خیال سے متفق تھا لیکن بترا اس بات کو نہیں مانتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شیر ایک ہی ہے۔ اُس نے پہلے بیل کو اس لیے چھوڑ دیا تھا کیونکہ اس کا رنگ سفید تھا اور شیر عام طور پر سفید رنگ کے جانوروں کو ہلاک کرنے سے ہچکچاتا ہے، لیکن دُوسرے بیل کا رنگ چونکہ بھورا تھا اس لیے اسے اس نے ہلاک کر دیا تھا۔ کافی سوچ بچار کے باوجود وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے چنانچہ فیصلہ یہی ہوا کہ بیل کی لاش کے قریب مچان بنا کر شیر کے واپس آنے کا انتظار کیا جائے۔ اس کے بعد اینڈرسن تو اپنے خیمے میں مزید آرام کے لیے چلا گیا اور رانگا اور بترا کچھ اور دیہاتیوں کے ساتھ مل کر بیل کی لاش کے قریب ہی ایک درخت پر مچان باندھنے

گئے۔

شام کے پانچ بجے اینڈرسن ہر طرح سے تیار ہو کر مچان پر جا بیٹھا۔ سورج ڈوبنے کے بعد جلد ہی چاند نکل آیا اور ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ آٹھ بجے تک کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ ہر طرف بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی اور کوئی ہلکی سی آواز بھی سُنائی نہ دیتی تھی۔ اینڈرسن مچان پر بیٹھا دُور دُور تک پھیلے ہوئے گھنے جنگل میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر یکایک یُونہی اسے احساس ہُوا جیسے کوئی درخت کے نیچے کھڑا ہے۔ اینڈرسن نے فوراً نیچے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ نیچے شیر کھڑا تھا۔ وہ کس طرح اور کہاں سے آ گیا تھا، اس کے بارے میں اینڈرسن کو کچھ پتا نہ تھا۔ راستے سے تو وہ یقیناً نہیں آیا تھا کیوں کہ راستا اینڈرسن کے سامنے تھا اور وہ اب تک بڑے غور سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ شیر نے درخت کے تنے سے اپنا جسم رگڑا اور سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ اینڈرسن نے جلدی سے اپنی رائفل پکڑ لی۔ اُس کا خیال تھا کہ جونہی شیر اُس کے نشانے کی زد پر آئے گا وہ اسے ہلاک کر لے گا۔ جس درخت پر اینڈرسن بیٹھا تھا وہ ایک مضبوط اور سیدھا درخت تھا۔ زمین سے پندرہ فٹ کی اونچائی پر ایک دوشاخہ تھا۔ اس دوشاخے پر اینڈرسن کی مچان بندھی ہوئی تھی۔ ابھی وہ شیر کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتہً شیر اُچھلا اور درخت کے تنے کے ساتھ اگلے پنجے لگا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اگلے لمحے وہ درخت پر بلّی کی طرح پنجوں کے بل چڑھ رہا تھا۔

اینڈرسن نے اُس سے بچنے کے لیے، جس قدر اپنی ٹانگیں اُوپر اُٹھا سکتا تھا اُٹھا لیں اور پھُرتی سے دائیں سمت جُھک گیا۔ شیر نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ یہ پندرہ فُٹ کا فاصلہ طے کر لیا اور پُوری طاقت سے اپنا پنجہ اینڈرسن کو پکڑنے کے لیے مارا جو مچان کے گدّے پر لگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شیر کا اپنا توازن بگڑ گیا اور وہ دھڑام سے زمین پر آن گرا۔ شیر کے اس اچانک حملے نے اینڈرسن کے ہوش اُڑا دیے تھے اور پیشتر اس کے کہ وہ سنبھل کر شیر پر گولی چلانے کی کوشش کرتا، شیر ایک غرّاہٹ کے ساتھ اُچھلا اور جنگل میں غائب ہو گیا۔ وُہ جس طرح بالکل اچانک آیا تھا اُسی طرح چلا گیا تھا۔ اس نے اینڈرسن کو گولی چلانے کی تو کجا کچھ سوچنے سمجھنے کی بھی مہلت نہ دی تھی۔ اس نے تو یہی سُنا تھا کہ شیر درخت پر نہیں چڑھ سکتے۔ لیکن اس شیر نے تو اُس کے سارے اندازے غلط کر دیے تھے۔

شیر اب نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔ اینڈرسن نے مچان کے گدّے کی طرف دیکھا جہاں شیر نے اگلا پنجہ مارا تھا۔ اس کے تین ناخنوں نے گدّے کی پانچ پانچ انچ لمبی جگہ پھاڑ دی تھی۔ درد کے ہلکے سے احساس کے ساتھ اینڈرسن نے اپنی ٹانگ کی طرف دیکھا تو معلوم ہُوا کہ شیر کے ناخنوں نے اس کی ٹانگ کو زخمی کر دیا ہے۔ زخم دیکھ کر اینڈرسن کو ایک نئی فکر لگ گئی۔ شیر

کے ناخن بے حد زہریلے ہوتے ہیں اس لیے اسے ڈر تھا کہ ٹانگ کے زخم کا یہ زہر اس کے سارے بدن میں پھیل جائے گا۔ اینڈرسن کے پاس ایسے زخموں کے لیے دوائیاں موجود تھیں لیکن اس وقت وہ خیمے میں پڑی تھیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فوراً خیمے کی طرف لوٹ جائے یا صبح تک مچان پر ہی بیٹھا رہے۔ اس وقت اس کے سامنے دو خطرے تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ شیر نے اسے دیکھ لیا تھا۔ خیمے کی طرف جاتے ہوئے اگر شیر اس پر حملہ کر دیتا تو اینڈرسن کی جان خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ لیکن دُوسری طرف دن نکلنے میں ابھی دس گھنٹے باقی تھے اور اس وقت تک زہر اس کے سارے جسم میں پھیل سکتا تھا۔ آخر اینڈرسن نے زہر کی بجائے شیر کے حملے کا خطرہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اُس نے ایک رسّے کی مدد سے رائفل کو زمین پر اُتارا اور پھر خُود بھی جلدی سے اُتر آیا۔ درخت سے اُترتے وقت بھی اسے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں اسی لمحے شیر اسے گردن سے نہ دبوچ لے۔ زمین پر اُتر کر اس نے جلدی سے رائفل کو رسّے سے کھول لیا اور گاؤں کی طرف جانے والے راستے پر چل پڑا۔

گاؤں وہاں سے دو میل دُور تھا۔ راستہ کہیں سے تنگ اور کہیں سے کھلا تھا۔ اس کے دونوں کناروں پہ ایک فٹ سے

لے کر پندرہ فٹ تک اُونچی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اینڈرسن نے رائفل کی لبلبی پہ اُنگلی رکھی ہوئی تھی اور وہ بڑی احتیاط سے ایک ایک درخت اور ایک ایک جھاڑی کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ گاؤں سے نصف میل دُور ایک ندی تھی جس کے کنارے بڑے بڑے گول پتھر پڑے تھے۔ یہ جگہ اینڈرسن کو بڑی خطرناک نظر آئی کیونکہ شیر کسی بڑے پتھر کے پیچھے سے اینڈرسن پر بڑا کامیاب حملہ کر سکتا تھا۔ لیکن اینڈرسن کو یاد آیا کہ درخت سے گرنے کے بعد شیر مخالف سمت میں بھاگا تھا اسے یقین تھا کہ شیر اتنی جلدی واپس نہیں آ سکتا۔ اس لیے وہ بے خوف ہو کر ان پتھروں کے درمیان میں سے گزرنے لگا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ خیمے میں پہنچ گیا۔

بترا اور رانگا جاگ رہے تھے۔ انھیں پانی گرم کرنے کے لیے کہہ کر وہ کافی پینے لگا۔ پانی گرم ہونے کے بعد اینڈرسن نے پہلے تو پوٹاشیم سے اپنے زخموں کو دھویا اور پھر خود ہی پنسلین کا ایک ٹیکہ لگا کر بستر پر لیٹ گیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے اسے جلد ہی نیند آ گئی اور جب صبح اُس کی آنکھ کھُلی تو نو بج چکے تھے۔ زخموں کو دیکھنے سے پتا چلا کہ وہ اتنے خطرناک نہیں تھے۔ اینڈرسن نے پنسلین کا ایک اور ٹیکہ لگایا اور زخم پر دوا لگا کر ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے رانگا اور بترا کو ساتھ لیا اور ندی والے بیل کو دیکھنے کے لیے چل پڑا۔ بیل ابھی زندہ تھا۔ اس کے بعد وہ

پھر مچان والی جگہ پر پہنچے۔ شیر رات کو دوبارہ وہاں نہیں آیا تھا۔ بیل کی لاش اسی طرح پڑی تھی۔ اس بات سے اینڈرسن نے اندازہ لگایا کہ یہ شیر آدم خور ہی تھا۔ اسے بیل کے گوشت سے زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لیے وہ ساری رات بیل کے قریب نہ آیا تھا۔

اینڈرسن، رانگا اور بترا نے پھر آپس میں مشورہ کیا اور بڑی سوچ بچار کے بعد آخر یہ فیصلہ ہوا کہ شیر کو ترغیب دینے کے لیے اینڈرسن پھر اپنے آپ کو پیش کرے۔ لیکن ٹانگ کے زخم کی وجہ سے اینڈرسن کے لیے کسی جگہ مسلسل بیٹھے رہنا، کھڑا رہنا محال تھا۔ وہ صرف لیٹ کر اس تجویز پر عمل کر سکتا تھا۔ اینڈرسن کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ جس درخت پر شیر نے اس پر حملہ کیا تھا اس سے کچھ فاصلے پر ایک خشک ندی تھی۔ اینڈرسن کا خیال تھا کہ اس ندی کے ایک طرف زمین پر چار فٹ گہرا اور چار فٹ چوڑا گڑھا کھود کر اس پر بیل گاڑی کا ایک پہیہ رکھ دیا جائے۔ اس پہیے کے اُوپر بڑے بڑے پتھر جما دیے جائیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ اس کے بعد اس کو پتوں اور ٹہنیوں سے اچھی طرح ڈھانپ دیا جائے تاکہ اسے دیکھ کر شیر کو شبہ نہ ہو جائے۔ اس کے بعد کپڑے کا ایک انسانی پُتلا بنا کر ندی میں سے گزرنے والے راستے پر کسی اُونچی جگہ پر رکھ دیا جائے جہاں سے وہ پہیے کے اندر سے بھی نظر آتا رہا۔ شیروں میں سونگھنے کی حس نہیں ہوتی اس لیے اینڈرسن کو

یقین تھا کہ رات کو شیر اس پتلے کو انسان سمجھ کر ضرور اس پر حملہ کر بیٹھے گا۔ اور اینڈرسن پہیے کے نیچے سے اسے آسانی سے گولی کا نشکار بنا لے گا۔

دُوسرے دن سارا سامان تیار تھا۔ گڑھے سے پندرہ فُٹ کے فاصلے پر ایک درخت کے ساتھ اُونچی جگہ پر وہ پُتلا کھڑا کر دیا گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اینڈرسن گڑھے کے اندر داخل ہو گیا۔ رانگا اور بترا نے چند دوسرے آدمیوں کی مدد سے گڑھے کے مُنہ پر پہیہ ٹکا دیا اور اس پر وزنی پتھر رکھ دیے تاکہ اگر شیر اینڈرسن کو دیکھ بھی لے تو وہ پہیہ ہٹا کر اُس پر حملہ نہ کر سکے۔ پُتلے کی طرف پہیے اور زمین کے درمیان ایک چھ اِنچ چوڑا سوراخ رکھ لیا گیا تھا جہاں سے رائفل کی نالی نکال کر اینڈرسن نے شیر پر گولی چلانی تھی۔ پہیے کے اُوپر پتھر رکھنے کے بعد اُنھوں نے پتے اور ٹہنیاں وغیرہ بھی کاٹ کر اس پر ڈال دیں۔ اس کے بعد اینڈرسن سے اجازت لے کر وہ شام کے وقت واپس گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اینڈرسن نے ساری رات اس گڑھے میں گزارنی تھی۔ گڑھے کے اندر داخل ہونے کے چند منٹ بعد اینڈرسن نے محسوس کیا کہ وہاں کافی گرمی اور گھٹن ہے اس نے کوٹ اور قمیض اُتار کر رکھ دی۔ پھر اُس نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، پُتلا اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ اتنے میں اسے پُتلے کے پیچھے کوئی چیز حرکت کرتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ایک ہرن تھا جو

بڑی حیرانی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس سے گزرا اور گھنی جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ اب شام کے سایے گہرے ہونے شروع ہوگئے تھے۔ اتنے میں اینڈرسن کو ایک ریچھ کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، ایک بھاری بھرکم ریچھ خشک ندی میں چلتا ہوا گڑھے کی طرف آ رہا تھا۔ نزدیک آکر وہ رُک گیا۔ بہت سے پتھروں، پتوں اور ٹہنیوں کو ایک جگہ دیکھ کر وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اینڈرسن کو معلوم تھا کہ ریچھ کے دل میں اس وقت کیا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان پتھروں اور ٹہنیوں کے نیچے شہد کا چھتا ہوگا۔ اُس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں والے پنجوں سے پتھروں کو ہٹانا شروع کر دیا۔ اینڈرسن نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر اسے آواز دی۔

"بے وقوف کہیں کے، بھاگ جاؤ۔"

ریچھ آواز سُن کر رُک گیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ حیران تھا کہ آواز کہاں سے آئی ہے لیکن جب اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا تو وہ پھر سے پتھر ہٹانے لگا۔

"دفع ہو جاؤ احمق!" اینڈرسن نے پھر کہا۔ ریچھ پھر رُک گیا اور پتھروں کے اُوپر چڑھ کر پیچھے ہی سے اسے گھورنے لگا۔

"چلے جاؤ۔" اب کی بار اینڈرسن نے غصّے سے کہا۔ ریچھ تھوتھنی چڑھا کر چند بار غرّایا اور پھر پتھروں پر سے اُتر کر بانسوں کے

جنگل کی طرف چلا گیا۔

ریچھ کو گئے بمشکل دس منٹ گزرے ہوں گے کہ اینڈرسن کو بھاری بھاری قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ اینڈرسن فوراً پہچان گیا کہ شیر آ رہا ہے۔ وہ بڑی احتیاط سے، بکھری ہوئی گھاس پر، آہستہ آہستہ چلتا ہوا آ رہا تھا۔ اینڈرسن نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔ اس کے بعد چند منٹ تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ایک چھوٹا سا کنکر لڑھکتا ہوا پیپے کی طرف آیا۔ اینڈرسن محسوس کر رہا تھا کہ شیر اس سے صرف دو گز کے فاصلے پر کھڑا ہے۔ اسے شیر کے سانس لینے کی مدھم سی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ اینڈرسن حیران تھا کہ شیر پیپے کو چھوڑ کر اس کی طرف کیوں چلا آیا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ جب ریچھ پیپے کے اُوپر سے پتھر ہٹا رہا تھا اس وقت شیر ضرور کہیں آس پاس ہی چھپا ہوا اس کی حرکتیں دیکھ رہا ہوگا۔ ریچھ کی عجیب و غریب حرکتوں سے اسے ضرور شک پڑ گیا ہوگا۔ اسی وجہ سے وہ پیپے کی طرف جانے کی بجائے اِدھر یہ دیکھنے کے لیے آ گیا ہے کہ معاملہ کیا ہے۔ ابھی اینڈرسن یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ شیر پتھروں کے اُوپر چڑھ کر آگے بڑھا اور پیپے کے ڈنڈوں میں سے اسے گھورنے لگا۔ اینڈرسن جلدی سے سُکڑ کر پیٹ کے بل گڑھے کے اندر لیٹ گیا۔ شیر اب اسے دیکھ کر غرّانے لگا تھا۔ اینڈرسن کے لیے اس وقت ایک مصیبت آدھمکی۔ گڑھا صرف چار فٹ گہرا

تھا اور اُس کی رائفل لمبی ہونے کی وجہ سے گڑھے میں اِدھر اُدھر گھوم نہیں سکتی تھی۔ شیر جس جگہ کھڑا تھا رائفل کی نالی اس کی دوسری طرف تھی جس کی وجہ سے اینڈرسن شیر پر گولی بھی نہیں چلا سکتا تھا۔ کچھ دیر غرّانے کے بعد شیر بڑے غصّے کے عالم میں زور سے دھاڑا اور پہیّے کے اُوپر لیٹ گیا۔ پھر وہ پہیّے کے ڈنڈوں کے اندر اپنا پنجہ ڈال کر اینڈرسن کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ اینڈرسن بھی اس عرصے میں رائفل ٹیڑھی کر کے اور کھسکا کر دُوسری طرف لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جتنا ہو سکتا تھا زمین کے ساتھ دبک گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر شیر کا پنجہ اس تک پہنچ گیا تو اس کے چہرے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دے گا۔ رائفل کی نالی اب سرکتی ہوئی شیر کے کندھے کے بالکل ساتھ آن لگی تھی۔ دُوسرے ہی لمحے اینڈرسن نے رائفل کی لبلبی دبا دی۔ گولی کی خوفناک آواز اور شیر کی پُرہیبت دھاڑ ایک ساتھ بلند ہوئیں اور شیر نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ تکلیف کے عالم میں وہ پتھروں کو چبا رہا تھا اور بڑے غصّے میں گرج رہا تھا۔ اینڈرسن نے اسے گرجتے اور اُٹھتے، دوبارہ گرتے اور پھر اُٹھتے ہوئے دیکھا۔ آخر وہ ندی کے کنارے جھاڑیوں کے جھُنڈ میں غائب ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد تک شیر کے گرجنے کی آواز جنگل کی طرف سے آتی رہی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

رات کے ایک بجے کے قریب پہاڑیوں کی طرف سے تیز

ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے آسمان کا گہرے کالے بادل چھپ گئے۔ چاند بادلوں کے پیچھے چھُپ گیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ پھر ایک دم مُوسلا دھار بارش ہونے لگی۔ چند ہی منٹ میں اینڈرسن بالکل بھیگ گیا۔ ساتھ ہی بارش کا پانی گڑھے کے کناروں سے اندر گرنے لگا۔ اچانک اینڈرسن کو خیال آیا کہ تھوڑی دیر بعد ندی میں پانی آجائے گا اور اگر وہ جلدی سے گڑھے سے باہر نہ نکلا تو یقیناً یہیں ڈُوب کر مر جائے گا۔ یہ خیال آتے ہی اینڈرسن نے اپنی کمر پہیّے کے ساتھ جما کر پُوری طاقت سے اسے ایک طرف ہٹانے کی کوشش کی لیکن پہیہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ سرکا۔ اینڈرسن کے ساتھیوں نے اُسے شیر سے بچانے کے لیے پہیے پر بڑے بھاری بھاری پتھر رکھے تھے۔ اُنھیں اپنی جگہ سے ہلانا اینڈرسن کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کے بچاؤ کی بس ایک ہی صُورت تھی اور وہ یہ تھی اینڈرسن اس چھ انچ چوڑے سُوراخ کو کھودنا شروع کر دے جو اس نے رائفل کی نالی باہر نکالنے کے لیے رکھا تھا اور جب وہ سوراخ کافی بڑا ہو جائے تو اس کے راستے باہر نکل آئے۔

بارش کا پانی تیزی سے اندر گر رہا تھا اور اب تک گڑھا نصف کے قریب بھر چکا تھا۔ اینڈرسن جلدی جلدی سوراخ کو دونوں ہاتھوں سے کھُرچنے لگا۔ ریت گیلی ہونے کی وجہ سے اینڈرسن کو زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سوراخ

کافی چوڑا ہو گیا۔ ریت کھُرچنے کے ساتھ ساتھ اینڈرسن کو یہ بھی دھڑکا لگا ہوُا تھا کہ کہیں گڑھے کے کنارے ٹوٹ جانے سے پہیّہ اور اس پر پڑے ہوئے بھاری پتھر اس پر نہ آن گریں۔ لیکن قدرت نے اس کی مدد کی اور جلد ہی سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ اینڈرسن اس میں سے رینگ کر باہر نکل سکتا تھا۔ چنانچہ پہلے تو اس نے رائفل کو ڈنڈوں میں سے گزار کر پہیّے کے اُوپر رکھ دیا اور پھر خُود سکڑ سکڑا کر باہر نکل آیا۔ بارش اب بھی بڑی تیزی سے ہو رہی تھی۔ کالے سیاہ بادلوں کے پرے کے پرے آسمان پر جمے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بادل خُوب جم کر برسیں گے۔ اینڈرسن جلدی سے آگے بڑھا اور پُتلے کو پانی سے نکال کر ایک اُونچی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر ندی سے گزُر کر وہ گاؤں کی طرف جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابھی اُس نے ندی عبور کی ہی تھی کہ کچھ فاصلے پر اسے ندی میں بارش کے پانی کے تیز دھارے کی آواز سُنائی دی جو پہاڑیوں کی طرف سے گرجتا ہوُا آ رہا تھا۔ اگلے چند منٹوں میں پانی کی ایک تین فُٹ اُونچی لہر بڑی تیزی کے ساتھ درختوں کے تنے، گھاس پھوُنس اور بڑے بڑے پتھروں کو اُٹھائے اس گڑھے کے اُوپر سے گزُر گئی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے اینڈرسن پھنسا ہوُا تھا۔ پانچ منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ چھوٹی سی ندی کئی فُٹ چوڑا دریا بن چکی تھی۔ ابھی اینڈرسن نے آدھا راستہ ہی طے کیا ہو گا کہ اسے دُور

سے ایک روشنی اپنی طرف آتی نظر آئی۔ نزدیک پہنچ کر پتا چلا کہ وہ رانگا، بتزا اور گاؤں کے کچھ دوسرے آدمی ہیں۔ انھیں بھی یہ احساس ہو گیا تھا کہ اتنی تیز بارش میں اینڈرسن کی جان خطرے میں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ تو گڑھے سے نکل نہیں سکتا۔ اس لیے وہ آدم خور کے خطرے کے باوجود بارش میں بھیگتے ہوئے اسے گڑھے سے نکالنے کے لیے آ رہے تھے۔ اینڈرسن ان کی اس ہمدردی پر بڑا خوش ہوُا اور سب کا شکریہ ادا کیا۔ خیمے میں پہنچ کر اینڈرسن نے گرم گرم چائے پی اور بستر میں گھُس کر گہری نیند سو گیا۔ دُوسرے دن وہ دن چڑھے اُٹھا اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بتزا اور رانگا کو لے کر اسی جگہ پہنچ گیا۔ ندی میں پانی پُوری تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اُنھوں نے بیل گاڑی کا پہیّہ تلاش کرنے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن وہاں اُس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پانی کی تیز لہر پہیے اور پتھروں کو اپنے ساتھ بہا کر لے گئی تھی۔ پھر اُنھوں نے شیر کے زخم سے رسنے والے خُون کے نشان تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن بارش میں وہ بھی دُھل گئے تھے۔ اب یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ رات اینڈرسن کی گولی سے شیر کو کتنا سخت زخم آیا ہے اور وہ کس طرف گیا ہے۔ مایوس ہو کر وہ واپس آ گئے۔

اگلے تین روز اینڈرسن مختلف جگہوں پر بیل باندھ کر شیر کا انتظار کرتا رہا لیکن نہ تو شیر ہی آیا اور نہ اس کی پھر کوئی خبر ہی ملی۔ بتزا اور

رانگا کا خیال تھا کہ شیر اس گولی سے مر چکا ہے جو اینڈرسن نے گڑھے کے اندر سے اُس پر چلائی تھی۔ اینڈرسن کو شک تھا کہ شیر زخمی تو ضرور ہُوا ہے لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ مرا نہیں۔ تین دن کے بعد اینڈرسن واپس جانے کے لیے تیار ہو گیا کیونکہ ایک تو اُس کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ دُوسرے شیر کے متعلق اب کوئی پتا نہ چلتا تھا۔ اس لیے وہاں بے کار پڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ واپس آنے سے پہلے اینڈرسن نے بتزا اور رانگا کو ہدایت کر دی کہ جونہی شیر کے متعلق کوئی تازہ خبر سُننے میں آئے، وہ فوراً اسے تار کے ذریعے اطلاع دے دیں۔

دس دن کے بعد اینڈرسن کو رانگا کا ایک تار ملا جس میں لکھا تھا کہ ایک شیر نے ڈاک بنگلے کے چوکیدار کا گدھا ہلاک کر دیا ہے۔ اینڈرسن نے اس کا جواب دیا کہ ہو سکتا ہے یہ کام آدم خور شیر کا نہ ہو اس لیے کسی دُوسری خبر کا انتظار کرو۔

چھ دن بعد پھر ایک تار آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ایک شیر نے دریائے چنار کے کنارے موراپور نامی گاؤں کی طرف جانے والے راستے پر ایک گاڑی بان پر حملہ کر دیا ہے لیکن وہ کسی نہ کسی طرح جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کام یقیناً آدم خور شیر ہی کا تھا اس لیے اینڈرسن ایک گھنٹے کے اندر اندر تیار ہو کر روانہ ہو گیا۔ رستے میں اس نے رانگا اور بترہ کو بھی ساتھ لے لیا اور کار کو بیناگرام

چھوڑ کر وہ موراپور پہنچ گئے۔ موراپور میں اینڈرسن اس گاڑی بان سے ملا۔ گاڑی بان نے اینڈرسن کو بتایا کہ وہ اور چند دُوسرے گاڑی بان آ رہے تھے۔ اُس کی گاڑی سب سے آخر میں تھی۔ یکایک جھاڑیوں کے ایک جُھنڈ کے پیچھے سے ایک شیر نمودار ہُوا اور چھلانگ لگا کر پیچھے سے گاڑی میں سوار ہونے کی کوشش کی۔ شیر کو دیکھ کر وہ فوراً بیلوں کے درمیان کود گیا اور شور مچانے لگا۔ اس کا شور سُن کر دُوسرے گاڑی بان بھی زور زور سے چیخ و پُکار کرنے لگے جس سے ڈر کر شیر واپس چلا گیا اور اس طرح اُس کی جان بچ گئی۔

وہیں اینڈرسن کو چند دیہاتیوں نے بتایا کہ اُنھوں نے دریائے چنار کے کنارے کچے راستے پر شیر کے پنجوں کے تازہ نشان دیکھے ہیں۔ اینڈرسن یہ اطلاع ملتے ہی اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس طرف چل پڑا۔ شیر کے پنجوں کے نشان تلاش کرنے میں اسے زیادہ مشکل نہ پیش آئی۔ ان نشانات کو دیکھ کر اینڈرسن نے اندازہ لگایا کہ شیر کا داہنا پنجہ بُری طرح زخمی ہے جس کی وجہ سے وُہ لنگڑا کر چلتا ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ وُہی آدم خور شیر ہے جس کے داہنے کندھے پر اُس نے گڑھے کے اندر سے گولی چلائی تھی۔ وہ اتنے دن زخم کی تکلیف کی وجہ سے خاموش رہنے کے بعد اب پھر میدان میں آ گیا تھا۔

اینڈرسن نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا تو اسے دریا کے

ساتھ ہی ایک چٹان نظر آئی۔ یہ چٹان دریا کے کنارے سے کوئی چار فٹ اُونچی تھی۔ اینڈرسن نے وہ رات اُس چٹان پر گزارنے کا ارادہ کرلیا۔ شیر دریا کے ساتھ ساتھ آگے کی طرف گیا تھا اور اینڈرسن کو یقین تھا کہ وہ رات کو ضرور واپس آئے گا۔ شام ہو چکی تھی اس لیے اینڈرسن نے رانگا کی پگڑی، کوٹ اور دھوتی لے کر پہن لی اور چٹان پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ رانگا اور ہنرہ کو اس نے واپس چلے جانے کے لیے کہا لیکن وہ شیر کے ڈر سے اکیلے گاؤں جانے پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ اینڈرسن نے انھیں دریا کے کنارے ایک گھنے درخت پر چڑھا دیا۔ آہستہ آہستہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ اینڈرسن نے ایک بار اپنی ٹارچ کو جلا کر دیکھا، وہ ٹھیک تھی۔ پھر اُس نے رائفل میں گولیاں بھریں اور اُس کے مُنہ پر کارک لگا کر اپنی دائیں طرف رکھ لی۔ اب ہر طرف گہرا اندھیرا چھا چکا تھا۔ ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں دریا کی ریت چمک رہی تھی۔ اس چمک میں چند گز کے فاصلے پر چیز صاف دکھائی دے جاتی تھی۔

رات کی خاموشی میں صرف دریا کا پانی بہنے کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ نو بجے کے قریب اینڈرسن کو دریا کے کنارے کچھ آہٹ سُنائی دی۔ ایک ہاتھی وہاں پانی پینے کے لیے آیا تھا۔ اس نے اینڈرسن کی بُو سُونگھ لی تھی۔ پانی پینے کے بعد اُس نے سُونڈ اُٹھا کر ایک چیخ ماری اور دریا کے کنارے کی گھنی جھاڑیوں میں

سے ہوتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ اینڈرسن بڑی ہوشیاری سے ہر طرف کا دھیان رکھ رہا تھا۔ لیکن شیر کا ابھی کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اندھیرے میں گھُور گھُور کر دیکھنے کی وجہ سے اب اُس کی آنکھوں کے پپوٹے دُکھنے لگے تھے۔ یکایک اینڈرسن کو اپنے پیچھے بائیں طرف ایک ہلکی سی حرکت محسوس ہوئی۔ اُس نے غور سے دیکھا لیکن کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اینڈرسن نے وہاں سے اپنی نظر نہ ہٹائی کیونکہ اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہاں کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔ اس کا اندازہ ٹھیک نکلا۔ چند لمحوں کے بعد اسے دریا کی چمکدار ریت پر ایک بڑا سا دھبہ دکھائی دیا لیکن فوراً ہی وہ غائب ہو گیا۔ اینڈرسن بڑا حیران ہوا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو مل کر دیکھا۔ اسے شک تھا کہ کہیں یہ اس کی نظر کا دھوکا تو نہیں۔ غور سے دیکھنے پر اسے وہ دھبہ پھر نظر آیا۔ اب وہ پہلے کی نسبت قریب آ چکا تھا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اینڈرسن کو خیال آیا کہ یہ تو شیر ہے جو گھات لگا کر آہستہ آہستہ اس پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے اینڈرسن کو پسینہ آ گیا۔ لیکن اُس نے اپنے اوسان خطا ہونے دیے اور پُوری طرح چوکنا ہو کر شیر پر نظریں جما کر دیکھتا رہا۔ قدم بہ قدم آگے بڑھتا ہُوا شیر اینڈرسن سے صرف بیس گز کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ اب اینڈرسن نے اس کی دُم ہلتی ہوئی دیکھی

یعنی وہ اس پر کودنے ہی والا تھا۔ اسی لمحے رائفل کے آگے لگی ہوئی ٹارچ کی روشنی شیر پر پڑی اور ساتھ ہی اینڈرسن نے گولی چلادی۔ گولی کی آواز کے ساتھ شیر ایک ہیبت ناک آواز میں گرجا اور چھلانگ لگا کر آگے کی طرف بڑھا۔ اینڈرسن نے ٹارچ کی روشنی میں دُوسری گولی چلائی۔ شیر چٹان تک پہنچ چکا تھا لیکن گولی لگنے سے وہ چٹان پر نہ چڑھ سکا۔ شدید تکلیف کے عالم میں وہ پھر ایک دل دہلا دینے والی آواز میں دھاڑا۔ اسی اثنا میں اینڈرسن کی رائفل کی نالی سے تیسری گولی نکلی اور شیر کے سر کے پرخچے اُڑاتی ہوئی نکل گئی۔ وہ ایک بار لڑکھڑایا اور پُشت کے بل نیچے گر گیا۔

اینڈرسن نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا۔ آخر کار وُہ آدم خور کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور ٹارچ کی رُوشنی میں شیر کی لاش کی طرف بڑھنے لگا۔ چٹان کے نیچے ریت پر شیر مُردہ پڑا تھا۔ اینڈرسن کے ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے تین گولیاں چلنے کی آواز سُن کر اندازہ لگا لیا تھا کہ شیر ہلاک ہو گیا ہے۔ وہ جلدی سے درخت پر سے اُترے اور اینڈرسن کو اس کی کامیابی پر مُبارک باد دی۔ پھر وہ تینوں گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

دُوسرے دن اینڈرسن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شیر کی کھال

اُتارنے کے لیے اس جگہ پہنچا۔ شیر کے زخموں کو دیکھ کر اسے معلوم ہوا کہ سترہ روز پہلے جو گولی اس نے پیٹے کے نیچے سے اُس کے کندھے پر چلائی تھی۔ اس نے شیر کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ گولی اُس کے کندھے کی ہڈی کو توڑ کر نکل گئی تھی۔ اگرچہ ان سترہ دنوں میں اُس کا زخم ٹھیک ہو چکا تھا لیکن ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ اب مستقل طور پر لنگڑا ہو گیا تھا۔ گزشتہ رات اینڈرسن کی پہلی گولی شیر کے مُنہ میں لگی تھی اور اُس کی گردن کو چیر کر نکل گئی تھی۔ دُوسری گولی اس کے کندھے پر لگی تھی اور پھیپھڑوں تک اُتر گئی تھی۔ تیسری گولی اس کے سر میں لگی تھی اور اس کا بھیجا ٹکڑے ٹکڑے کر گئی تھی۔ یہی تیسری اور آخری گولی اس کی موت کا باعث بنی تھی۔

شیر بلا وجہ آدم خور نہیں بن جاتے۔ چنانچہ ہر شکاری شیر کو ہلاک کرنے کے بعد یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ شیر آدم خور کس طرح بنا۔ شکاریوں کا تجربہ ہے کہ اکثر و بیشتر انسان ہی شیر کو آدم خور بننے پر مجبُور کر دیتا ہے۔ اس شیر کو جب اینڈرسن نے دیکھا بھال کر دیکھا تو اسے پتا چلا کہ اس کے دائیں بازو میں کسی پُرانی گولی کا نشان موجود تھا۔ شیر کو یہ زخم کسی اناڑی شکاری نے دیسی بندوق کی گولی سے پہنچایا تھا۔ وہ گولی اس کے بازو کے اندر اب تک موجود تھی۔ اس زخم نے شیر کو ایک مُستقل تکلیف

میں مبتلا کر دیا تھا۔ شیر اپنے شکار کے لیے زیادہ تر داہنے بازو کو استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس بازو میں تکلیف ہونے کی وجہ سے وہ تیز رفتار جانوروں کا شکار نہ کر سکتا تھا چنانچہ اُس نے اپنے آپ کو بھوک سے بچانے کے لیے کم رفتار انسانوں کا شکار شروع کر دیا تھا۔

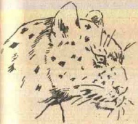
ساؤ کے شیر

افریقہ میں جب یوگنڈا کے علاقے میں ریل کی پٹڑی بچھانے کا کام شروع ہوا تو حکومت کو اس سلسلے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ پٹڑی یوگنڈا کے جنگل کاٹ کاٹ کر بچھائی جا رہی تھی۔ اس کام کے لیے ہزاروں مزدوروں کی ضرورت تھی۔ افریقہ کے مقامی باشندے حکومت سے پوری طرح تعاون کرنے پر تیار نہ تھے چنانچہ ہندوستان سے مزدور بھرتی کر کر کے جہازوں کے جہاز افریقہ بھیجے جانے لگے ہندوستان کے مزدوروں کی مدد سے کام پھر شروع ہو گیا۔ چنانچہ جلد ہی ریل کی پٹڑی دریائے ساؤ کے کنارے تک جا پہنچی۔ اس وقت ساؤ اسٹیشن کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ دریا کے کنارے ہزاروں ہندوستانی مزدوروں کا کیمپ لگا ہوا تھا جس میں کم از کم چار پانچ ہزار آدمی موجود تھے۔ یہ کیمپ کئی میل کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔

انہی دنوں کرنل پیٹرسن کو ساؤ کے اس کیمپ میں انجینئر انچارج کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا کہ دریائے ساؤ کے پل کی تعمیر کا کام اس

کی نگرانی میں جلد از جلد ختم ہو سکے۔ پیٹرسن کو ابھی وہاں آئے ہوئے بمشکل ایک مہینہ گزرا ہوگا کہ مزدوروں کے کیمپ پر ایک عجیب مصیبت ٹوٹ پڑی۔ ہوا یہ کہ رات کو اچانک مزدور اپنے خیموں سے غائب ہونے لگے۔ چند روز تو لوگوں نے کچھ زیادہ خیال نہ کیا لیکن جب یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا تو مزدوروں میں طرح طرح کی افواہیں اڑنے لگیں۔ اتنے دنوں میں جتنے مزدور غائب ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی لوٹ کر نہ آیا تھا۔ یہ دیکھ کر پورے کیمپ میں خوف و ہراس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان اور افریقہ دونوں ملکوں کے جاہل لوگ بڑے توہم پرست ہوتے ہیں۔ چنانچہ افریقہ کے مزدوروں نے یہ خبر پھیلا دی کہ افریقہ کے تمام جنگل جنوں اور بھوتوں وغیرہ کے قبضے میں ہیں اور چونکہ فرنگی حکومت ان جنگلوں کو کاٹ کر ان کے ٹھکانوں کو تباہ کر رہی ہے۔ اس لیے انھوں نے بھی انتقام لینے کے لیے لوگوں کو غائب کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ باتیں سن کر ہندوستانی مزدوروں میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ جنوں بھوتوں اور چڑیلوں پر ان کا اعتقاد بھی افریقی لوگوں سے کسی طرح کم نہ تھا۔

ایک روز کچھ لوگوں نے رات کے وقت دو شیروں کو کیمپ میں داخل ہوتے اور دو مزدوروں کو ہلاک کر کے واپس جنگل میں غائب ہوتے دیکھ لیا۔ اس سے ان کا جنوں اور بھوتوں پر یقین اور بھی پختہ







ہو گیا۔ اب تمام مزدوروں میں یہ مشہور ہو گیا کہ جن اور بھوت شیروں کا بھیس بدل کر انسانوں کو ہلاک کرنے آتے ہیں۔ اس خبر کے پھیلتے ہی مزدوروں پر سخت ہیبت چھا گئی اور ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ سب لوگ اپنی اپنی عقل اور ہمت کے مطابق اپنی حفاظت کی تدبیریں کرنے لگے۔ مگر سب بے سُود! مزدوروں کی ہر احتیاط کے باوجود آدمیوں کے غائب ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ لوگ دن بھر کے تھکے ماندے شام کو کیمپ میں آرام کرنے کے لیے واپس آتے لیکن آرام کے بجائے اُنھیں اپنی جانوں کی فکر پڑ جاتی۔ شام ہوتے ہی پُورے کیمپ پر ایک خاموشی اور سنّاٹے کا عالم طاری ہو جاتا یہاں تک یُوں محسوس ہوتا جیسے یہ جیتے جاگتے لوگوں کے ٹھکانے کے بجائے ایک قبرستان ہے۔ رات کے کسی حصّے میں اچانک دونوں آدم خور کیمپ میں داخل ہوتے اور اپنی پسند کے آدمی اٹھا کر جنگل میں لے جاتے۔ ایک بڑی حیرانی کی بات یہ تھی کہ دونوں شیر بڑی پابندی سے ساتھ مل کر آتے تھے اور اتنی خاموشی اور آہستگی سے اپنے شکار کو کئی سوتے ہوئے لوگوں کے درمیان سے اُٹھا کر لے جاتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

ان مسلسل وارداتوں سے مزدوروں میں اب خاصی افراتفری اور بد دلی پھیل چکی تھی۔ یہ دیکھ کر کرنل پیٹرسن نے ان آدم خوروں کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب لوگوں کو پیٹرسن کے اس ارادے کا

پتا چلا تو اُنھوں نے اسے اس ارادے سے روکنے کی کوشش کی اور اسے کہا کہ وہ اپنی کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ جنّوں اور بھُوتوں پر تو گولی اثر ہی نہیں کرتی۔ ان کا خیال تھا کہ شیروں کو انسانوں کا شکار کھیلنے سے روکنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ جنگلوں کو کاٹنے، ریل کی لائنیں بچھانے اور نئے شہر آباد کرنے کا کام بند کر دیا جائے۔ اس طرح جب جنّوں بھوتوں کو یہ پتا چل جائے گا کہ ان کے علاقوں کو تباہ کرنا بند کر دیا گیا ہے تو وہ لوگوں کو ہلاک کرنے سے باز آ جائیں گے۔ مگر پیٹرسن نے ان کی کسی نصیحت پر کان نہ دھرا اور اپنے ارادے پر مضبوطی سے اڑا رہا۔

ایک دن صُبح ہی صُبح پیٹرسن کو خبر ملی کہ ایک پٹھان جمعدار جو نہایت طاقتور، توانا اور جرأت مند تھا، رات کو شیروں کا شکار ہو گیا ہے۔ پیٹرسن یہ اطلاع ملتے ہی جمعدار کے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ خیمے کے پاس شیر کے پنجوں کے نشانات موجود تھے۔ پیٹرسن ان کو دیکھتا ہوا آگے بڑھا تو کچھ فاصلے پر اسے جھاڑیوں میں لاش کے کچھ بچے کھچے حصّے مِل گئے۔ شیروں نے قریب قریب ساری لاش کو کھا لیا تھا۔ بچے کھچے اعضا بالکل خشک پڑے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ان سے خُون کی آخری بوند تک نچوڑ لی گئی ہو۔ جمعدار کا سر جسم سے الگ پڑا تھا اور اس پر شیر کے دانتوں کے گہرے نشانات موجود تھے۔ پیٹرسن نے جمعدار کے سر اور جسم کے بچے

کچھے حصّوں کو دُوسرے مزدوروں کی مدد سے جمع کروا کے مُسلمانوں کی رسم کے مطابق دفن کرا دیا ۔ اس کے بعد اس نے جمعدار کے ساتھیوں سے پُوچھ گچھ کی تو ایک مزدور نے، جو جمعدار کے قریب ہی سویا ہوُا تھا، پیٹرسن کو بتایا کہ تقریباً آدھی رات کے قریب ایک بڑے شیر نے خیمے میں اپنا مُنہ داخل کیا ۔ جمعدار کا سر قریب ہی تھا ۔ شیر نے اسے اپنے جبڑوں میں دبوچ کر باہر کھینچ لیا ۔ جمعدار زور زور سے چیخنے اور چلاّنے لگا ۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زور دے کر اپنے سر کو شیر کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن بے سُود ۔ چند بار ہاتھ پاؤں مار کر آخر وہ ٹھنڈا ہو گیا اور شیر اسے اُٹھا کر لے گیا ۔ پیٹرسن نے جب مزدور سے دُوسرے شیر کے بارے میں پُوچھا تو اُس نے بتایا کہ دُوسرا شیر خیمے کے باہر ہی کھڑا رہا تھا ۔

رات ہوئی تو پیٹرسن اپنی رائفل لے کر جمعدار کے خیمے کے قریب ہی ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا ۔ اس کا خیال تھا کہ شیر آج پھر شکار کی تلاش میں اسی جگہ آئیں گے ۔ وقت گزرتا رہا ۔ پیٹرسن رائفل پر ہاتھ رکھے چوکنّا ہو کر شیر کا انتظار کرتا رہا ۔ یکایک دور جنگل میں ایک شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دینے لگی ۔ اس کی گرج سے سارا جنگل گونج رہا تھا ۔ آواز لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتی جا رہی تھی ۔ پھر کچھ فاصلے پر آکر یہ آواز رُک گئی اور ہر طرف خوفناک سنّاٹا

چھا گیا ۔ دو گھنٹے تک یہی حال رہا ۔ پیٹرسن کو اب ہر گھڑی شیر کے آنے کی اُمید تھی ۔ دفعتاً کوئی آدھ میل کے فاصلے پر شور و غل بلند ہوُا جس سے پیٹرسن نے اندازہ لگایا کہ شیر نے بجائے اس طرف آنے کے کیمپ کے کسی دُوسرے حصے میں اپنا شکار حاصل کر لیا ہے ۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور پھر کوئی دُوسرا واقعہ نہ ہوُا ۔ صُبح پتا چلا کہ شیر پھر ایک مزدور کو اُٹھا کر لے گیا ہے ۔

دُوسری رات پیٹرسن نے اس جگہ بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا جہاں سے شیر ایک مزدور کو اُٹھا کر لے گیا تھا ۔ اُس نے ایک بکری اس مزدور کے خیمے کے قریب ہی ایک درخت سے بندھوا دی ۔ پھر درخت پر مچان بنوا کر خود اس پر چڑھ بیٹھا اور شیر کا انتظار کرنے لگا ۔ ساری رات گزر گئی لیکن نہ تو شیر اس طرف آیا اور نہ کیمپ کے کسی دُوسرے حصّے میں کوئی چیخ و پُکار سُنائی دی ۔ پیٹرسن کا خیال تھا کہ آج شیر کیمپ میں نہیں آئے گا ۔ لیکن صُبح ہونے پر ابھی وُہ درخت سے نیچے اُتر کر تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ شیر کیمپ کے دُوسرے حصّے سے مزدور اُٹھا کر لے گیا ہے ۔

ان حالات میں پیٹرسن بڑا چکرایا ۔ کیمپ کئی میل کے رقبے میں پھیلا ہوُا تھا ۔ شیر ہر رات کسی نئی جگہ پر شکار کرتے تھے ۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ شیر کا مقابلہ کس جگہ کیا جائے ۔ اسی طرح

کئی ہفتے گزر گئے۔ پیٹرسن ہر رات کوئی اچھی سی جگہ دیکھ کر آدم خور شیروں کی گھات میں بیٹھ جاتا اور ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتا۔ مگر شیر ہمیشہ کسی اور جگہ حملہ آور ہوتے اور ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتا۔ . . . . اور پیٹرسن بے بسی کی حالت میں دیکھنے کا دیکھتا رہ جاتا۔ اُنھوں نے پیٹرسن کو ایک بار بھی خود پر گولی چلانے کا موقع نہ دیا تھا۔

خود پیٹرسن کا اپنا خیمہ بھی کچھ ایسی محفوظ حالت میں نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ملازموں کی مدد سے کچھ خیمے ایک جگہ لگوا کر ان کے چاروں طرف موٹی اور خاردار جھاڑیوں کی دس بارہ فٹ اُونچی باڑ لگوا دی۔ اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ رکھا گیا جو رات کو مضبوطی سے بند کر دیا جاتا۔ خیموں کے سامنے رات کو آگ کا بہت بڑا الاؤ جلا دیا جاتا۔ مزدوروں نے یہ ترکیب دیکھی تو اُنھوں نے بھی اپنے اپنے خیموں کے باہر اسی طرح باڑیں لگا لیں اور رات بھر آگ روشن رکھنے لگے۔ یہ انتظامات کر کے وہ قدرے مطمئن ہو گئے کیونکہ اس طرح شیروں کے حملے کچھ دیر کے لیے بند ہو گئے تھے۔ مگر افسوس ان کا یہ اطمینان زیادہ دیر تک قائم نہ رہا اور آدمی پھر غائب ہونے لگے۔ آدم خور شیروں نے باڑیں لگ جانے کے بعد شکار کا نیا طریقہ ایجاد کر لیا تھا۔ وہ رات

کو آتے اور ایک ہی چھلانگ میں بارہ فُٹ اُونچی باڑ کو پار کر کے خیموں کے احاطے میں پہنچ جاتے۔ پھر خیموں میں سوئے ہوئے مزدوروں میں سے اپنا شکار حاصل کر کے کانٹے دار باڑ کو توڑ کر باہر نکل جاتے۔ باڑ سے نکلتے وقت آدمی ان کے مُنہ میں ہوتا تھا اِس لیے جس جگہ سے وہ باڑ توڑ کر باہر نکلتے تھے وہاں اس بیچارے کے گوشت کے ٹکڑے اور کپڑوں کے چیتھڑے کانٹوں سے اٹک کر رہ جاتے۔ پیٹرسن دیکھتا تو اسے بے حد افسوس ہوتا لیکن وہ مجبور تھا۔ شیر اس کی ہر کوشش کے باوجود قابو ہی میں نہ آتے تھے۔ اِسی طرح کئی مہینے گزر گئے۔ کیمپ سے سینکڑوں آدمی غائب ہو چکے تھے۔ مگر ان بلاؤں سے نجات پانے کا کوئی ذریعہ نہ نکلا۔

ریل کی پٹڑی اب ساؤ اسٹیشن سے بہت آگے جا چکی تھی۔ اس لیے کیمپ کا تقریباً نصف حصہ لائن کے ساتھ دس بارہ میل اور آگے بھیج دیا گیا۔ باقی نصف کیمپ دریا کے پُل کی تیاری کے لیے وہیں رہا۔ آدھے مزدور چلے جانے کے بعد باقی آدمیوں نے اپنے خیمے اور قریب قریب کر لیے اور ان کے گرد جھاڑیوں کی پہلے سے زیادہ مضبوط باڑیں لگا دیں۔ جنھیں شیر نہ توڑ سکیں۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے ایک کام اور کیا کہ تقریباً ہر خیمے کے پاس کسی درخت پر خالی کنستر لٹکا دیے جن میں سے ایک رسی بندھی ہوتی تھی۔ کیمپ کا چوکیدار اپنے خیمے میں بیٹھا رات بھر رسی کا سرا کھینچ کھینچ کر کنستر کو

ہلاتا رہتا۔ اس طرح خالی کنستر جب آپس میں ٹکراتے تو ان سے بڑی پُرشور آواز اور کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح کرنے سے شیر ڈر جائیں گے اور خیموں کا رُخ نہیں کریں گے لیکن اُن کا یہ خیال بھی غلط نکلا۔ شیر خالی کنستروں کے شور اور خیموں کی موٹی موٹی باڑوں کے باوجود آتے رہے اور بچارے مزدوروں کا شکار کھیلتے رہے۔ ان کو کوئی چیز نہ خوف زدہ کر سکی، نہ روک سکی۔ بلکہ جس جس قدر اپنی جانوں کی حفاظت کے انتظامات کرتے گئے اتنے ہی شیر نڈر اور بے باک ہوتے گئے۔

ہسپتال کا کیمپ باقی کیمپوں سے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر تھا۔ اس کے گرد لکڑی اور تاروں کی باڑ تھی جو نہایت مضبوط سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہسپتال کا عملہ اب تک شیروں کے پنجے سے تقریباً بچا ہوا تھا۔ لیکن ایک رات وہاں بھی بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہسپتال کا ایک ہندوستانی ڈاکٹر اپنے خیمے میں بڑی بے فکری سے سو رہا تھا کہ یکایک ایک دھماکے سے اُس کی آنکھ کھُل گئی۔ ڈاکٹر گھبرا کر اُٹھا اور باہر دیکھنے لگا۔ دیکھتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ چار پانچ گز کے فاصلے پر آدم خور شیر کھڑا اُسے گھُور رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک چھلانگ لگائی اور اندر کوُد پڑا۔ ڈاکٹر یہ دیکھ کر مارے ڈر کے چیختا ہوُا ہوُا جان بچانے کے لیے بھاگا۔ گھبراہٹ کے عالم میں وہ دواؤں سے بھری ہوئی

ایک الماری سے ٹکرا گیا جس سے الماری گر گئی۔ بوتلوں اور شیشیوں کے ٹوٹنے کی پرشور آواز سے شیر گھبرا گیا اور ڈاکٹر کو چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر کی جان تو بچ گئی لیکن ساتھ ہی مریضوں کا ایک خیمہ تھا جس میں تین بیمار مزدور پڑے ہوئے تھے۔ شیر غصّے میں آ کر اس خیمے پر جھپٹا اور اُسے پھاڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ وہاں اُس نے دو مزدوروں کو تو بُری طرح زخمی کر دیا اور تیسرے کو مُنہ میں دبوچے، باڑ کو توڑ کر باہر چلا گیا۔ دُوسرے دن جب یہ خبر پیٹرسن کو ملی تو اس نے ہسپتال کے کیمپ کو بھی وہاں سے ہٹوا کر اپنے قریب لگوا لیا۔

اس رات پیٹرسن پھر ایک مناسب سا درخت دیکھ کر شیر کی گھات میں بیٹھا۔ وقت گزرتا رہا۔ پیٹرسن تاروں کی روشنی میں چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔ یکایک جنگل شیر کی گرج سے گُونج اُٹھا۔ یُوں لگتا تھا جیسے ہر چیز سہمی سہمی کھڑی ہے۔ شیر کی دھاڑ سے زمین تک ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پیٹرسن کا اپنا دل اس خوفناک آواز سے دہلا جا رہا تھا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کیمپ کے ایک حِصّے میں شور اُٹھا۔ پیٹرسن نے سمجھ لیا کہ شیر اس رات پھر کسی اور جگہ شکار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ وہ رات اُس نے درخت پر بڑی بے چینی کی حالت میں گزاری۔ صُبح جب وہ حادثے والی جگہ پر پہنچا تو اسے معلوم

ہوا کہ ہسپتال کا سقہ شیر نے ہلاک کر دیا ہے۔ خیمے میں سوئے ہوئے دُوسرے مزدوروں کی زبانی اسے پتا چلا کہ شیر رات کو باڑ پھلانگ کر اندر آیا اور خیمے کو پھاڑ دیا۔ پھر اُس نے اپنا مُنہ اندر ڈال کر سوئے ہوئے سقے کو ٹانگوں سے پکڑ کر باہر کھینچنا چاہا۔ وہ ایکدم جاگ اُٹھا اور جان بچانے کے لیے ایک بھاری صندوق کو مضبوطی سے پکڑ لیا مگر شیر نے ایک جھٹکا مارا تو صندوق اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ وہ بیچارا مدد کے لیے بُری طرح چیخ رہا تھا لیکن کسی کو اس کی جان بچانے کی جرأت نہ ہوئی۔ صندوق کے بعد اُس نے خیمے کی رسیوں کو پکڑنا چاہا لیکن وہ بھی ٹوٹ گئیں۔ پھر شیر اس کو ایک چوہے کی طرح مُنہ میں دبا کر باڑ کو توڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ پیٹرسن نے بھی دیکھا کہ باڑ کے کانٹوں میں غریب سقے کے گوشت کے ٹکڑے اور پھٹے ہوئے کپڑوں کے چیتھڑے ابھی تک اُلجھے ہوئے تھے۔ تلاش کرنے پر لاش کا بچا کُچا حصّہ جھاڑیوں میں کچھ فاصلے پر مِل گیا۔ اس کا کٹا ہوا سر جسم سے الگ پڑا تھا۔ ایک ہاتھ چند اُنگلیوں سمیت ایک طرف پڑا تھا۔ ہڈیوں کے کچھ ٹکڑے بھی زمین پر اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ پیٹرسن کو بیحد صدمہ ہُوا۔ لیکن وہ سوائے افسوس کرنے کے اور کیا کر سکتا تھا۔

انہی دنوں اُوپر تلے دو تین بڑے مزیدار واقعات پیش آئے۔ کیمپ میں ایک ہندو بنیے کی پرچون کی ایک چھوٹی سی دوکان تھی جہاں مزدور سودا سلف خریدا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اس

کے پاس کچھ ضروری سودے ایکدم ختم ہو گئے۔ شام کا وقت تھا اور اس وقت سفر کرنا بڑا خطرناک تھا مگر بنیے بڑے لالچی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے پروا نہ کی اور فوراً ایک گدھے پر سوار ہو کر کیمپ کے دُوسرے حصّے کی ایک بڑی دُوکان سے سودا لانے کے لیے چل پڑا۔ اس نے دو خالی ٹین ایک رسّی سے باندھ کر گدھے کی گردن میں لٹکا رکھے تھے تاکہ ان میں سودا ڈال کر لا سکے۔ اب لالہ جی بڑے خوش خوش گدھے کو ہانکتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ کیمپ سے کوئی ایک میل دُور ہی گئے ہوں گے کہ یکایک ایک شیر جنگل سے نکل کر سامنے آ گیا۔ اس نے آتے ہی گدھے کو ایک زور کا تھپڑ رسید کیا جس کے نتیجے میں گدھا اور لالہ جی دونوں ہی زمین پر دُور تک لڑھکتے چلے گئے۔ لیکن مزے کی بات یہ ہوئی کہ کنستروں سے بندھی ہوئی رسی شیر کے پنجے میں پھنس گئی۔ اس نے پنجہ چھڑانے کے لیے رسی کو زور سے جھٹکا دیا تو کنستر آپس میں ٹکرانے سے بڑے زور کی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ شیر ایکدم گھبرا گیا اور اندھا دُھند بھاگ اُٹھا۔ اب جُوں جُوں وہ بھاگتا تھا رسّی سے بندھے ہوئے کنستر اور بھی زور زور سے آپس میں ٹکرا کر بلند آواز پیدا کرتے تھے۔ شیر کی جھنجلاہٹ کی کوئی حد نہ رہی۔ چنانچہ وہ اسی طرح خالی ٹینوں کو بجاتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا۔ شیر کے جانے کے بعد لالہ جی بھی کپڑے جھاڑتے ہوئے

زمین پر سے اُٹھے اور اپنے آپ کو زندہ سلامت پاکر رام رام کرتے ہوئے دوڑ کر ایک درخت پر چڑھ گئے۔ لالہ جی نے ساری رات خوف اور دہشت میں درخت کی چوٹی پر کانپتے کانپتے گزار دی۔ صبح ہوئی تو لالہ جی درخت پر سے اُتر کر ایسے بھاگے کہ کیمپ میں آن کر ہی دم لیا۔ ٹین کے دو خالی کنستروں نے لالہ جی کی جان بچالی تھی۔

اسی طرح ایک رات بہت سے مزدور ایک بڑے خیمے میں پڑے سو رہے تھے کہ شیر شکار کے ارادے سے ادھر آ نکلا۔ خیمے کا دروازہ بند تھا۔ شیر کچھ دیر تو خیمے کے گرد پھرتا رہا لیکن جب اسے کوئی راستہ نہ ملا تو غصّے میں آ کر وہ خیمے کے اُوپر کود پڑا اور اسے گرا کر پھاڑ ڈالا۔ ایک مزدور کو اس کا زوردار پنجہ لگا جس سے اس کے کندھے پر ایک گہرا زخم آ گیا۔ باقی سب کے سب قلی خیمے کے نیچے دبک گئے۔ وہیں چاولوں کی ایک بوری بھی رکھی تھی شیر جلدی اور گھبراہٹ میں اسے آدمی سمجھ کر لے بھاگا۔ اس کے نکلتے ہی مزدوروں نے شور وغل مچا دیا۔ تھوڑی دُور جا کر شیر کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ بے حد جھلّایا اور اسی جھلاہٹ میں زور زور سے دھاڑتا ہوا جنگل میں چلا گیا۔

دن کے وقت ایک مزدور ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ جا

رہا تھا کہ اسے دُور سے ایک شیر اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ جلدی سے لپک کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ شیر بھی غُرّاتا ہوا اس کے پیچھے جھپٹا مگر مزدور اتنی دیر میں درخت کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔ شیر کچھ دیر درخت کے نیچے غرّانے کے بعد ساؤ اسٹیشن کی طرف چلا گیا۔ وہاں چند سپاہیوں نے اسے آتے دیکھ لیا۔ وہ جلدی سے شور مچاتے ہوئے اسٹیشن کے کمروں کی طرف بھاگے۔ باقی لوگوں نے شیر! شیر! کا شور سُن کر کام چھوڑ دیا اور اسٹیشن کے کمروں میں گھُس کر دروازے بند کر لیے۔ آدم خور کچھ دیر دروازوں اور کھڑکیوں کے آس پاس زور زور سے غرّانے اور گھومنے کے بعد واپس جنگل میں چلا گیا۔

پیٹرسن کو اس واقعے کا پتا چلا تو اُس نے جنگل کے اس حصّے میں، جس طرف شیر گیا تھا، شام سے پہلے پہلے مال گاڑی کا ایک خالی ڈبہ کیمپ سے ایک میل دُور کھڑا کروا دیا اور اس کے عین سامنے ایک خیمے میں کچھ مویشی بندھوا دیے۔ شام کے وقت پیٹرسن اور اس کا دوست، ڈاکٹر برُوک، جو کیمپ کے ہسپتال کا بڑا ڈاکٹر تھا، ڈبے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ دروازے کا نچلا آدھا حِصّہ اُنھوں نے بند کر دیا اور اُوپر کا آدھا حِصّہ کھُلا رہنے دیا اور خاموشی سے شیر کا انتظار کرنے لگے۔ رات کا کچھ حِصّہ گزر گیا۔ یکایک ڈبے کے داہنی طرف سوکھی گھاس پر کوئی ہلکی سی آہٹ

سُنائی دی۔ پیٹرسن اور بروک نے آنکھوں پر زور دے کر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اندھیرے کی وجہ سے اُنھیں کچھ بھی سجھائی نہ دیا۔ خیمے کے اندر مویشی بڑے بے قرار معلوم ہو رہے تھے وہ رسّے تڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے زور زور سے زمین پر کھُر مارنے کی آواز آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر پیٹرسن نے چاہا کہ ڈبے سے باہر نکل کر خیمے کے قریب چلا جائے اور کسی اچھی سی جگہ چھُپ کر شیر کو دیکھنے کی کوشش کرے لیکن ڈاکٹر بروک نے اسے بڑی سختی سے روک دیا۔ چند لمحے بعد ہی پیٹرسن کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ شیر ڈبے کے قریب ہی سایے میں چھپ کر ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اگر اس وقت پیٹرسن باہر نکل آتا تو اس کی موت یقینی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پیٹرسن کو اندھیرے میں کوئی سایہ سا حرکت کرتا ہوا محسوس ہُوا۔ اس نے آہستہ سے ڈاکٹر بروک کے کان میں سرگوشی کی۔ "ڈاکٹر دیکھ رہے ہو؟ یہ سایہ شیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔"

"ہاں!" ڈاکٹر بروک نے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔ پیٹرسن نے رائفل سنبھالی اور سایے پر اندازاً ہی ایک گولی داغ دی۔ گولی چلنے کے ساتھ ہی گویا ایک زلزلہ آ گیا۔ آدم خور شیر ایک دل ہلا دینے والی گرج کے ساتھ ان کے ڈبے پر جھپٹا۔ پیٹرسن اور بروک کے ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹ کر گر پڑیں۔ ان

کے مُنہ سے بیک وقت نکلا "شیر!"۔ گاڑی کا ڈبّہ شیر کے زبردست دھکّے کا زور برداشت نہ کر سکا۔ اور دوسری طرف اُلٹ گیا۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ جسے بچانا چاہتا ہے اس کی حفاظت کے سامان بھی خُود ہی پیدا کر دیتا ہے۔ گاڑی کا ڈبّہ جب پٹڑی کی دُوسری طرف اُلٹا تو ڈبّے کے دروازے کا اُوپر کا آدھا حِصّہ بھی زور کا جھٹکا لگنے کی وجہ سے اپنے آپ بند ہو گیا۔ ورنہ اس دروازے کے راستے اگر شیر کا ایک پنجہ بھی اندر داخل ہو جاتا تو پیٹرسن اور ڈاکٹر بروک کا خاتمہ ہو جاتا۔

اتفاق کی بات ہے کہ اس واقعے کے بعد شیروں کے اچانک حملے رُک گئے۔ لوگ مطمئن ہو گئے۔ پیٹرسن بھی اپنے کام کی طرف پُوری طرح متوجّہ ہو گیا۔ دریائے ساؤ کی تعمیر کا کام پھر پُورے زور شور سے شروع ہو گیا۔ کچھ عرصے کے لیے امن و امان ہو گیا۔ لیکن اچانک ایک رات کیمپ میں پھر وہی شور و غوغا بلند ہُوا اور مزدوروں کے درمیان کھلبلی مچ گئی۔ معلوم ہُوا کہ شیر پھر ایک مزدور کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔

انہی دنوں دو سکھ فوجی جوان اخباروں میں ان دو آدم خوروں کی تباہی کی داستانیں پڑھ کر اپنی فوجی رائفلیں لے کر کیمپ میں آ پہنچے۔ ان میں سے ایک کا نام صوبیدار بشن سنگھ

اور دُوسرے کا جمعدار بُوٹا سنگھ تھا۔ وہ آدم خور شیروں کا شکار کرنے کے شوق میں پُوری تیاری کر کے آئے تھے۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک ہفتہ تو کیمپ کے چاروں طرف کے جنگلوں میں گھوم کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ شیر عام طور پر کس طرف سے نکل کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے بڑے اطمینان سے جنگل کے اس راستے پر، جہاں سے ان کے خیال کے مطابق شیر گزرتا تھا، ایک درخت کے نیچے دو بکریاں باندھیں اور اس سے کچھ فاصلے پر ایک اور درخت پر بیٹھنے کے لیے مچان تیار کی۔ سب تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ایک رات وہ درخت کے اُوپر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ انھیں پُورا یقین تھا کہ شیر اسی راستے سے گزر کر کیمپ کی طرف جائے گا اور اس طرح ان کو شیر پر گولی چلانے کا ضرور موقع مل جائے گا۔ دونوں جوان اپنی اپنی رائفلیں لیے بڑے چوکس ہو کر شیر کے راستے پر نظریں جمائے بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ پھر یکایک انھوں نے کیمپ میں مزدوروں کا شور سُنا جس سے انھیں معلوم ہو گیا کہ شیر آج کسی دوسرے راستے سے گزر کر اپنا شکار لے گیا ہے۔ انھیں بڑی مایوسی ہوئی چنانچہ تین بجے کے قریب وہ شیر کی طرف سے ناامید ہو کر مچان پر ہی سو گئے۔ اچانک ایک چیتا اُدھر آنکلا اور آتے ہی بکریوں پر پل پڑا۔ بکریوں کی خوف زدہ

ممیاہٹ سُن کر دونوں سردار صاحبان کی آنکھ کھُل گئی۔ درخت کے نیچے ہڈیاں کڑکڑانے کی آواز سُن کر اُنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور چیتے پر ایک دم چار فائر کر دیے۔ چیتے بچارے نے ایک سانس بھی نہ لیا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ چیتے کو مار کر دونوں بڑے خوش ہوئے کہ ہم نے ایک آدم خور شیر کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر سو گئے اور جب صُبح نیچے اُتر کر اُنھوں نے شیر کے بجائے ایک چیتا مرا ہوا دیکھا تو بڑے رنجیدہ ہوئے۔ اس طرح وہ ایک مہینہ مسلسل شیر کے پیچھے لگے رہے مگر شیر پر ایک بار بھی گولی چلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ جس راستے پر بھی گھات لگا کر بیٹھتے شیر کسی دوسری طرف سے گزر کر کیمپ میں اپنا کام کر جاتا۔ آخر مایوس ہو کر دونوں واپس ممباسہ چلے گئے۔

اگلی اتوار کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو افسوس ناک ہونے کے ساتھ ساتھ مزیدار اور حیرت انگیز بھی ہے۔ ہوا یُوں کہ اتوار کی شام کو کیمپ کے ایک سکھ جمعدار کھڑک سنگھ نے خُوب شراب پی اور نشے کی حالت میں دُوسرے مزدوروں سے لڑتا جھگڑتا رہا۔ ان کے ساتھ ساتھ وہ آدم خور شیروں کو بھی گالیاں دیتا رہا اور ہزاروں گالیاں دے ڈالیں۔ مزدور بچارے خاموشی سے اس کی بک بک سنتے رہے۔ آخر رات کے وقت وہ خود ہی

تھک ہار کر سو گیا۔ جس خیمے میں وہ سویا ہوا تھا اس میں اور بھی بہت سے مزدور رہتے۔ خیمے کے گرد بڑی مضبوط باڑ تھی اور احاطے میں آگ کا الاؤ روشن تھا۔ آدھی رات کے وقت آدم خور شیر آیا اور ایک ہی چھلانگ میں باڑ کو پار کر کے اندر آ گرا۔ خیمے کا دروازہ ہوا کے لیے کھلا ہوا تھا اس لیے شیر بڑی آسانی سے اندر داخل ہو گیا اور دُوسرے بہت سے مزدوروں کے پاس سے گزر کر سردار کھڑک سنگھ کو جا دبوچا۔ اُس کے مُنہ سے ایک درد بھری چیخ نکلی اور وہ زور زور سے مدد کے لیے چلّانے لگا۔ باقی مزدور گھبرا کر اُٹھ بیٹھے لیکن شیر اتنی دیر میں باڑ توڑ کر باہر نکل چکا تھا۔ سارے مزدور بُری طرح خوف زدہ ہو گئے۔ ہر طرف ایکدم غُل غپاڑہ مچ گیا۔ شیر خیمے سے کچھ فاصلے پر جھاڑیوں میں بیٹھ کر اطمینان سے اپنے شکار کی ہڈیاں کڑکڑانے لگا۔ اس واقعے سے لوگوں کو اور بھی پکّا یقین ہو گیا کہ آدم خور درندے شیر نہیں ہیں بلکہ جن یا بھوت ہیں۔ اب اُن کے پاس ایک بڑی دلیل یہ تھی کہ چُونکہ سردار کھڑک سنگھ اس دن شیروں کو گالیاں دیتا رہا تھا لہذا اُنھوں نے اس کی اسی بدتمیزی کا بدلہ لینے کے لیے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیر اتنے بہت سے مزدوروں کے درمیان سے گزر کر صرف اسی کو ہلاک کرتا۔

پیٹرسن حیران تھا کہ کیا کرے۔ مزدوروں میں اب ایک طرح کی سنسنی پھیل چکی تھی۔ کسی کو بھی اپنی جان کی حفاظت کا یقین نہ تھا۔ ہر شخص بد دل اور خوف زدہ ہو چکا تھا۔ خود وہ شیروں کو ہلاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکا تھا۔ کئی مہینوں کی راتیں درختوں پر گزار چکا تھا لیکن شیر اتنے چالاک تھے کہ اُنھوں نے ایک بار بھی اس کو گولی چلانے کا موقع نہ دیا تھا۔ اس سوچ و بچار میں اسے ایک بڑی اچھّی ترکیب سُوجھ گئی جس پر اس نے فوراً عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک مناسب جگہ پر اُس نے مزدوروں کی مدد سے بہت سے ریل کے شہتیر اور پٹڑی کے ٹکڑے جمع کروائے اور چھ چھ انچ کے فاصلے پر اُنھیں کھڑا کروا کے لوہے کی زنجیروں اور بجلی کی تاروں سے مضبوطی سے بندھوا دیا۔ اس طرح کوئی بارہ فٹ کے قریب اونچا ایک پنجرہ بن گیا۔ پنجرے کے اُوپر شہتیروں کی مضبوط چھت ڈال دی گئی۔ اس کے بعد پنجرے کے دو حصّے کر کے سامنے کے حصّے کا لوہے کی چادروں کا بنا ہوُا دروازہ اس طرح لگایا گیا کہ جونہی شیر اندر داخل ہو اور اس کے قدم فرش کے شہتیروں پر پڑیں تو دروازہ خود بخود بند ہو جائے۔ پنجرے کے دُوسرے حصے میں چند مویشی باندھ کر ان کے آگے چارہ ڈال دیا گیا۔ پنجرے کی چھت پر ایک خیمہ لگا دیا گیا۔

اسی طرح پیٹرسن اپنی رائفل لے کر پنجرے کی چھت والے خیمے میں بیٹھ گیا اور شیر کا انتظار کرنے لگا۔ منصوبہ یہ تھا کہ جونہی شیر مویشیوں کو دیکھ کر شکار کرنے کے لیے پنجرے میں داخل ہوگا تو لوہے کا دروازہ بند ہو جائے گا اور پیٹرسن بڑی آسانی سے شیر کو ہلاک کرے گا۔ لیکن دو راتیں گزر گئیں اور شیر نے پنجرے کا رخ بھی نہ کیا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق کیمپ ہی میں مزدوروں کا شکار کھیلتا رہا۔ تیسری رات بڑا خوفناک واقعہ پیش آیا اور پیٹرسن کی جان بڑی مشکل سے بچی۔ اس رات وہ پنجرے کی چھت پر بیٹھا شیر کا انتظار کر رہا تھا کہ بدقسمتی سے دس بجے کے قریب اس کی آنکھ لگ گئی۔ شیر بھی گھومتا ہوا شکار کی تلاش میں اسی طرف آنکلا اور پنجرے کے گرد چکر لگانے لگا۔ چھت پر پیٹرسن کے خراٹوں کی آواز سن کر اس نے پنجرے میں بندھے ہوئے مویشیوں کے شکار کا ارادہ ترک کر دیا اور پیٹرسن کو شکار کرنے کے لیے ایک چھلانگ لگا کر اوپر جا چڑھا اور خیمے کو ایک پنجہ مار کر گرا دیا۔ دھماکے کی آواز سن کر پیٹرسن کی آنکھ کھل گئی۔ سامنے شیر کو دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔ موت کے ڈر سے اسے رائفل اٹھانی بھی بھول گئی۔ وہ جلدی سے خیمے میں لپٹ کر دبک گیا۔ شیر نے یہ دیکھ کر خیمے کو منہ میں دبایا

اور پیٹرسن سمیت زمین پر کود گیا۔ پیٹرسن کی قسمت اچھی تھی کہ شیر کے کودتے ہی وہ خیمے میں سے پھسل کر عین پنجرے کے دروازے کے سامنے گر پڑا اور شیر اپنے زور میں خیمے کو منہ میں دبائے کوئی پندرہ گز پرے جا گرا۔ پیٹرسن زمین پر گرتے ہی جلدی سے پنجرے کی طرف بھاگا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی لوہے کا دروازہ نیچے گر کر بند ہو گیا۔ اس کے بعد شیر بڑی دیر تک پنجرے کے ارد گرد غراتا رہا لیکن جب کوئی بس نہ چلا تو غصے میں گرجتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد آدم خوروں کا دورہ کچھ لمبا ہونے لگا۔ کبھی تو وہ دس بارہ میل آگے جانے والے دوسرے کیمپ پر حملہ آور ہوتے، کبھی اس کیمپ میں اور کبھی ساؤ کے ریلوے اسٹیشن پر ہلہ بولتے۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا اس کے بعد ان کے حملے صرف اگلے کیمپ پر ہی ہونے لگے اور ساؤ کیمپ اور ریلوے اسٹیشن پر ان کی غارت گری بند ہو گئی۔ لوگ پھر مطمئن ہو گئے اور بڑے آرام کی نیند سونے لگے۔ وہ اب بالکل بے فکر تھے کہ وہ خونخوار بلائیں ان کے سر سے ہمیشہ کے لیے ٹل گئی ہیں۔

گرمیوں کے دن تھے اور لوگ خیموں کے بجائے باہر سونے

لگے تھے۔ ایک رات اچانک پھر کیمپ میں شیر کی خوفناک گرج سُنائی دی۔ لوگ آرام سے اپنے اپنے بستروں میں پڑے تھے کہ شیر کے دھاڑنے کی آواز سُن کر سب ایک دم جاگ پڑے۔ شیر باڑ کو پھاند کر ایک بہت بڑے خیمے کے احاطے میں داخل ہوا۔ اس میں سینکڑوں آدمی تھے۔ سب میں بھگدڑ مچ گئی۔ جس کا منہ جدھر اُٹھا بھاگ نکلا۔ شیر نے ایک موٹے تازے آدمی کو منہ میں دبوچا اور شور مچاتے ہوئے، بھاگتے دوڑتے مزدوروں کے درمیان سے گزر کر باڑ کو توڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ باہر دوسرا شیر بھی کھڑا تھا۔ دونوں نے خیمے سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر شکار کھانا شروع کر دیا۔ خیمے کے اندر مزدوروں کو ہڈیاں ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ بچارے سہمے جا رہے تھے۔ اس وقت کیمپ کے جمعدار نے بڑی ہمت سے کام لیا اور جہاں شیر بیٹھے تھے اس طرف بندوق سے کئی فائر کیے مگر دونوں آدم خور اطمینان سے بیٹھے شکار کھاتے رہے۔

پیٹرسن پڑھا لکھا اور روشن خیال آدمی تھا۔ اس کا بھوت پریت پر کوئی اعتقاد نہ تھا۔ لیکن اپنی مسلسل ناکامیوں کو دیکھ دیکھ کر اب بعض اوقات اس کے دل میں بھی ایک وہم سا پیدا ہونے لگتا کہ کہیں یہ آدم خور واقعی جن بھوت ہی نہ ہوں۔ بے شمار شکاری

آ آ کر اُنھیں ہلاک کرنے کی سر توڑ کوششیں کر چکے تھے لیکن ان کے سامنے تو کسی کی پیش ہی نہیں چلتی تھی۔ ان درندوں کی تمام حرکتیں بھُوتوں جیسی تھیں۔ بعض دفعہ ان پر فائر بھی ہوئے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ یہی وجہ تھی پیٹرسن کے دل میں یہ کمزور سا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اُس نے اپنے ارادے کو مضبوط کیا اور ان تمام وہموں کو دل سے نکال کر پکا عہد کر لیا کہ وہ ان درندوں کو ہلاک کر کے ہی رہے گا اور یا پھر اپنی جان بھی دے دے گا۔

ایک رات شیر نے اسٹیشن پر حملہ کیا اور وہاں سے ایک آدمی اُٹھا کر کیمپ کے قریب آ کر کھانے لگا۔ خیمے میں سوئے ہوئے مزدوروں نے جب ہڈیاں کڑکڑانے کی آوازیں سُنیں تو بُرے خوف زدہ ہوئے اور زور زور سے پیٹرسن کو آوازیں دینے لگے۔ پیٹرسن نے ان کی چیخ و پکار سُن کر انھیں اپنے خیمے میں بلا لیا۔ وہ سب کے سب بُری طرح سہمے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سُن کر پیٹرسن کو بڑا دُکھ ہُوا کہ وہ ایک بیمار مزدور کو خیمے ہی میں چھوڑ آئے ہیں۔ وہ بچارا خود چل کر آنے سے معذور تھا۔ پیٹرسن فوراً چند آدمیوں کے ساتھ اسے لانے کے لیے اس کے خیمے میں گیا لیکن اُنھوں نے دیکھا کہ وہ اپنی تنہائی اور شیر کی دہشت کی وجہ سے وہیں پڑا پڑا مر گیا ہے۔

اس سے پہلے آدم خوروں کا طریقہ یہ تھا اگر وہ کسی کیمپ پر اکٹھے حملہ کرنے کے لیے آتے تو ایک شیر عام طور پر باڑ کے باہر کھڑا رہتا اور دُوسرا کُود کر اندر داخل ہو جاتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شکار لے کر باڑ توڑتا ہُوا باھر نکل آتا اور دونوں شیر مِل کر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر شکار کھانا شروع کر دیتے۔ لیکن چند روز سے اُنھوں نے ایک نیا طریقہ اختیار کر لیا۔ اب وہ دونوں بیک وقت باڑ کو پھاڑ کر اندر داخل ہوتے اور ایک کے بجائے دو آدمیوں کو شکار کر کے باہر نکل جاتے اور دونوں ساتھ ساتھ بیٹھ کر انھیں کھا جاتے۔ یہ حال دیکھ کر تو لوگوں کے حوصلے اور بھی ٹوٹ گئے۔ پُورے کیمپ میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو شیر کے ڈر سے خوف زدہ نہ ہو۔

ایک رات شیروں نے مزدوروں کے ایک کیمپ پر حملہ کیا اور دو آدمیوں کو اٹھا لیا۔ پہلا شیر باڑ کو توڑ کر باہر نکل گیا اور قریبی جھاڑیوں میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس کے پیچھے پیچھے دُوسرا شیر بھی باہر آیا اور اپنا شکار ایک جھاڑی میں رکھ کر پہلے شیر کے ساتھ مل کر کھانے لگا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جھاڑی میں رکھا ہُوا مزدور ابھی زندہ تھا۔ چنانچہ شیر کے وہاں سے ہٹتے ہی وہ اُٹھ کر بھاگا اور کچھ فاصلے پر ایک اور جھاڑی

میں چھُپ کر بیٹھ گیا۔ شیروں نے اسے ادھر اُدھر بہت تلاش کیا مگر اس پر نظر نہ پڑی۔ صُبح وہ جھاڑیوں سے باھر نکلا۔ اور گرتا پڑتا خیمے تک پہنچ کر بے ہوش ہو گیا۔ دُوسرے مزدوروں نے اسے اٹھا کر فوراً ہسپتال پہنچایا لیکن اس کے زخم اس قدر گہرے اور خطرناک تھے کہ بچ نہ سکا اور دُوسرے دن مر گیا۔

اسی طرح ایک رات دونوں شیر ساؤ کے سٹیشن پر مزدوروں کے ایک خیمے میں جا گھُسے۔ سارے خیمے میں ایک اودھم مچ گیا۔ شیروں نے اس افراتفری میں دو مزدوروں کو دبوچا اور باہر جھاڑیوں میں بیٹھ کر کھانے لگے۔ سارے مزدور خوف اور دہشت کی وجہ سے زور زور سے چیخ رہے تھے۔ قریب ہی ریلوے کے ایک افسر کا کوارٹر تھا۔ اُس نے شور سُن کر رائفل اُٹھائی اور کھڑکی کے راستے شیروں پر اندازاً ہی چالیس پچاس فائر جھونک دیے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھے رہے اور اپنے پیٹ بھر کر ہی اُٹھے۔ صُبح پیٹرسن اور ریلوے افسر نے اس جگہ کا معائنہ کیا تو پتا چلا کہ رات کی فائرنگ سے ایک شیر کا پنجہ زخمی ہو گیا ہے۔ زمین پر خُون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اور اس کے علاوہ شیر کے اس پنجے کا ریت پر دباؤ دُوسرے

پنجوں کی نسبت ہلکا تھا جو رات جو مزدور مارے گئے تھے ان میں سے ایک تو اُنھوں نے پُورا کھا لیا تھا اور دُوسرے کی آدھی لاش ابھی وہیں پڑی تھی۔ پیٹرسن نے مزدوروں کو بلا کر بچی کھچی ہڈیاں اور آدھی لاش زمین میں دفن کرا دی۔

شیروں کے حملوں کو شروع ہوئے اب نو دس مہینے ہو چکے تھے۔ اس عرصے میں مزدور سینکڑوں کی تعداد میں ہلاک ہو چکے تھے۔ بیسیوں شکاری آدم خوروں کو شکار کرنے میں ناکام کوششیں کر چکے تھے۔ مزدور اپنی جانوں کی حفاظت کے ہر انتظام میں ناکام رہے تھے۔ یہ لوگ وطن سے ہزاروں میل دُور اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دوستوں، عزیزوں کو چھوڑ کر پیٹ کی خاطر یہاں اُجاڑ جنگلوں میں پڑے ہوئے تھے لیکن یہاں ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ باپ بیٹے کے سامنے، بھائی بھائی کے سامنے اور دوست دوست کے سامنے آدم خوروں کے پیٹ کا ایندھن بن رہا تھا مگر ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آخر ان بے بس مزدوروں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ ایک دن سب لوگوں نے کام کرنے سے صاف انکار کر دیا اور پیٹرسن کے خیمے کے باہر جمع ہو کر کہنے لگے کہ اب ہم لوگ اس مُلک میں کسی قیمت پر بھی رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم لوگ یہاں کام کرنے کے لیے لائے گئے تھے

نہ کہ شیروں کی خوراک بننے کے لیے۔ ہم باز آئے ایسی نوکریوں سے۔ خدا کے لیے ہمارے حال پر رحم کرو اور ہمیں واپس ہمارے مُلک میں بھجوا دو۔ پیٹرسن حیران تھا کہ انھیں کیا جواب دے۔ مزدور اپنی جگہ سچے تھے اور پیٹرسن اپنی جگہ سچا تھا۔ وُہ بھی شیروں کے خلاف ہر حربہ استعمال کر چکا تھا مگر اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ کچھ مزدوروں نے تو پیٹرسن کے کسی جواب کا انتظار بھی نہ کیا اور ایک گاڑی جو ساؤ سے ممباسہ جا رہی تھی اس میں سوار ہو کر واپس اپنے وطن جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔ باقی مزدوروں کو پیٹرسن نے تسلی دینے کی کوشش کی مگر اُنھوں نے بھی کام پر جانے سے صاف جواب دے دیا۔

ریل کی تعمیر کا کام بند ہو گیا اور مدت تک بند رہا۔ ان بیکار دنوں میں پیٹرسن نے ٹین کے بہت سے مضبوط کوارٹر بنا کر ان میں مزدوروں کو بھر دیا۔ بہت سے لوگوں نے اپنے خیموں میں گہرے گڑھے کھود لیے اور ان میں بستر بچھا کر سونے لگے۔ سونے سے پہلے وہ لکڑی کے بڑے بڑے شہتیروں سے گڑھوں کو ڈھک دیتے۔ ریلوے سٹیشن پر پانی کی ایک بلند ٹنکی بنی ہوئی تھی۔ بہت سے مزدوروں نے اپنے بستر ٹنکی پر بچھا لیے اور وہاں سونے لگے۔ سینکڑوں مزدوروں نے اپنی چارپائیاں آس پاس

کے اُونچے درختوں پر چڑھا کر مضبوطی سے باندھ لیں اور وہاں سونے کا انتظام کر لیا۔ دیکھا دیکھی تمام درخت چارپائیوں سے بھر گئے اور کہیں بھی جگہ خالی نہ رہی۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ کیمپ میں شیر کی دھاڑ سُنائی دی۔ کچھ آدمی اِدھر اُدھر زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ آواز سُن کر وہ گھبرا کر اُٹھے اور قریبی درختوں پر لپک کر چڑھ گئے۔ ایک کمزور سے درخت پر پہلے ہی بہت سے لوگ چڑھے ہوئے تھے' اس پر اتنے مزدور اور چڑھ گئے کہ وہ بوجھ برداشت نہ کر سکا اور کڑکڑاتا ہُوا ٹوٹ کر مزدوروں سمیت نیچے آ گرا۔ یہ دیکھ کر دونوں آدم خور جھپٹے اور دو مزدوروں کو دبوچ کر وہیں قریب ہی بیٹھ گئے۔ اور کھانے لگے۔ ہر طرف شور شرابا مچ گیا لیکن اُنھوں نے لوگوں کے شور اور اُن کے اِدھر اُدھر بھاگنے کی کوئی پروا نہ کی۔ بڑے اطمینان سے بیٹھے وہ اپنا پیٹ بھرتے رہے اور اس کے بعد اُٹھ کر آہستہ آہستہ جنگل کی طرف چلے گئے

پیٹرسن نے ڈسٹرکٹ آفیسر مسٹر وائٹ کو ایک خط لکھا اور اس سے درخواست کی کہ وُہ وہاں آ کر شیر کے شکار میں اس کی مدد کرے۔ مسٹر وائٹ نے جواب دیا کہ وہ تیسرے دن وہاں پہنچ جائے گا؛ رات کے کھانے پر اس کا انتظار کیا جائے۔ پیٹرسن نے تیسرے دن اپنے ایک افریقی ملازم لڑکے کو شام

کے وقت سٹیشن پر بھیج دیا تاکہ وہ مسٹر وائٹ کا اسباب اُٹھا کر لے آئے۔ کچھ دیر بعد لڑکا ہانپتا کانپتا پسینے میں ڈوبا ہُوا واپس آیا اور کہنے لگا کہ سٹیشن پر گاڑی کا تو کوئی نام و نشان نہیں البتہ پلیٹ فارم پر ایک بڑا بھاری شیر کھڑا ہے۔ پیٹرسن کو اس کی بات پر یقین نہ آیا۔ لیکن اگلے دن یہ بات سچّی نکلی۔ شیر وہاں واقعی موجود تھا جس کے خوف سے اسٹیشن ماسٹر اور دوسرے بہت سے مُلازم کمروں میں چُھپ گئے تھے۔ پیٹرسن اس رات کھانے پر کچھ دیر مسٹر وائٹ کا انتظار کرتا رہا لیکن آخر کار یہ سوچ کر اُس نے کھانا کھا لیا کہ مسٹر وائٹ کسی مصروفیت کی وجہ سے آج نہیں آ سکے لہٰذا کل آ جائیں گے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے اپنی رائفل اُٹھائی اور ریل کی لائینوں اور شہتیروں سے بنوائی ہوئی اپنی ایک "تازہ مچان پر جا بیٹھا۔ اسے وہاں بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کوئی ساتھ ستر گز کے فاصلے پر اسے یوں محسوس ہُوا جیسے شیر کوئی چیز کھا رہا ہے۔ ہڈیاں ٹوٹنے اور گوشت چبانے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ پیٹرسن کو تعجب ہُوا کہ کیمپ میں تو کسی شور وغل کی آواز سُنائی نہیں دی پھر شیر یہ شکار کہاں سے اُٹھا لایا ہے۔ مگر سوچ کر کہ شاید اسے کوئی جنگلی جانور مِل گیا ہو۔ وہ مطمئن ہو گیا اور غور سے اس کی طرف دیکھنے

لگا۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد اسے شعلوں کی طرح دہکتی ہوئی دو چمکدار آنکھیں دکھائی دیں۔ اُس نے رائفل اٹھائی اور دونوں آنکھوں کے درمیان بڑی احتیاط سے نشانہ لے کر گولی چلادی۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ شیر کے زخمی یا خوف زدہ ہونے کی کوئی علامت نظر نہ آئی۔ اسی کشمکش و پیچ میں رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو پیٹرسن کو دُور سے ایک پریشان حال انگریز اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ قریب آنے پر اُس نے اسے پہچان لیا۔ وُہ مسٹر وائٹ تھا۔ پیٹرسن اسے اس حال میں دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ اُس نے حیرت سے پُوچھا۔ "مسٹر وائٹ! آپ رات کہاں رہے ہیں۔ کھانے پر کیوں نہیں پہنچے اور اس حال میں آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

"پیٹرسن! آپ کے دوست نے میرا یہاں رات بڑا شاندار استقبال کیا۔ اور میرا یہ حال بھی آپ کے اسی دوست نے کیا ہے۔"

پیٹرسن مسٹر وائٹ کی یہ بات سُن کر بڑا پریشان ہُوا کہ اس کا ایسا کونسا دوست ہے جو مسٹر وائٹ کا یہ حال بیان کر سکتا ہے۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی!" آخر اُس نے پُوچھا۔

"آپ کا دوست وہ آدم خور شیر ہے۔" یہ کہہ کر مسٹر وائٹ

نے اپنی پُشت اسے دکھائی، پیٹرسن نے دیکھا، اس کے کپڑے پھٹے ہوئے اور لہو لہان تھے۔ وہ فوراً مسٹر وائٹ کو لے کر خیمے میں پہنچا، اسے نہلایا دُھلایا، زخموں کی اچھی طرح مرہم پٹی کی اور پھر کپڑے بدلوا کر آرام سے لٹا دیا۔ جب مسٹر وائٹ کے ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو اُس نے اپنی کہانی سُنائی۔

اس روز گاڑی لیٹ ہو گئی تھی۔ وہ چھ بجے کی بجائے نو بجے رات کو اسٹیشن پر پہنچی۔ مسٹر وائٹ اور اس کا ایک افریقی سارجنٹ عبداللہ گاڑی سے اُتر کر کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبداللہ نے اندھیرے میں رستہ دیکھنے کے لیے ایک لالٹین اُٹھا رکھی تھی۔ نصف راستہ خیریت سے گزر گیا۔ لیکن ایک اُونچی چٹان کے قریب سے گزرتے ہوئے یکایک ایک دھاڑ کے ساتھ آدم خور اُچھلا اور مسٹر وائٹ کو دبوچ لیا۔ عبداللہ نے اس وقت بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ اس نے لالٹین زمین پر رکھ کر اپنی چھوٹی سی رائفل سے شیر پر کئی فائر کر دیے۔ ان فائروں نے اسے کچھ دیر کے لیے وہاں سے ہٹا دیا جس سے مسٹر وائٹ کی جان بچ گئی۔ مگر چند ہی سیکنڈ بعد غصے میں بھرے ہوئے زخمی شیر نے غرّا کر عبداللہ پر حملہ کر دیا اور اسے منہ میں دبا کر بھاگا۔ مسٹر وائٹ نے اس کے پیچھے کئی فائر کیے لیکن کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ شیر عبداللہ کو لے کر اندھیرے میں غائب ہو

گیا۔ اس کی درد بھری چیخیں اسے دُور تک سُنائی دیتی رہیں۔ یہ کہانی سُن کر پیٹرسن کو ازحد افسوس ہوا۔ اسے یاد آیا کہ رات کو جب اس نے شیر کے کچھ کھانے کی آوازیں سُنی تھیں اس وقت وہ یقیناً بدنصیب عبداللہ کو کھا رہا تھا۔

اتفاق سے اسی روز مسٹر لی کوہر سپرنٹنڈنٹ پولیس، ممباسہ سے سپاہیوں کا ایک پُورا دستہ لے کر شیر کا شکار کرنے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ اس روز سب نے مل کر شیر کو شکار کرنے کے لیے مناسب جگہوں کو دیکھا بھالا۔ پیٹرسن نے شیروں کے لیے جو پنجرہ بنوایا تھا اسے بھی دوبارہ ٹھیک ٹھاک کرایا گیا۔ رات ہوتے ہی کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ پولیس کے سپاہیوں کو کیمپ کے چاروں طرف بلند درختوں پر رائفلیں دے کر بٹھا دیا گیا۔ مسٹر لی کوہر نے اپنے لیے پنجرے سے کچھ فاصلے پر ایک علیحدہ مچان بنوائی۔ پیٹرسن اور مسٹر وائٹ بھی نزدیک ہی ایک مضبوط مچان پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ پنجرے کے پچھلے خانے میں مویشیوں کے بجائے دو مضبوط اور دلیر سپاہیوں کو رائفلیں اور گولیوں کے بکس دے کر بٹھا دیا گیا۔ تجویز یہ تھی کہ شیر اگر انھیں شکار کرنے کے لیے پنجرے میں داخل ہوا تو پنجرے کا کمانی والا دروازہ خود بخود بند ہو جائے گا اس وقت دونوں سپاہی فائر کر کے

شیر کو ہلاک کر دیں گے۔ سب انتظامات رات ہونے سے پہلے ہی مکمل ہو گئے اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بڑی اُمید کے ساتھ بیٹھ کر شیر کا انتظار کرنے لگے۔

دس بجے کے قریب شیر کے گرجنے کی آواز سُنائی دی۔ سب ہوشیار اور چوکس ہو گئے۔ وقت گزرتا رہا۔ پھر تقریباً بارہ بجے پنجرے کا بھاری دروازہ زور سے نیچے گرا اور ساتھ ہی شیر کے بیقراری کے عالم میں زور زور سے دھاڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس کا مطلب تھا کہ آدم خور پنجرے میں قید ہو گیا ہے۔ سب کے دل خوشی سے بھر گئے۔ خونخوار درندے نے گرج گرج کر آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ وہ جوش کے عالم میں پنجرے کے دروازے کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سب حیران تھے کہ پنجرے میں بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو کیا ہوا ہے۔ وہ گولی کیوں نہیں چلاتے۔ انھیں سختی سے اس بات کی ہدایت کر دی گئی تھی کہ جونہی شیر پنجرے میں داخل ہو وہ فوراً اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں۔ مگر دونوں سپاہی شیر کی ہیبت سے بدحواس ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ رائفل اُٹھانے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔ جب چند منٹ اسی حالت میں گزر گئے تو مسٹر لی کوہر نے جھنجلاہٹ میں سپاہیوں کو گولی چلانے کا حکم دیا۔ اس ڈانٹ

سے سپاہیوں کو قدرے ہوش آیا۔ اُنھوں نے گھبراہٹ میں رائفلیں اٹھائیں اور اندھا دُھند گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ اگرچہ ان میں سے ایک بھی نشانے پر نہ لگ رہی تھی۔ سب کی سب ضائع جا رہی تھیں۔ گولیاں شائیں شائیں کرتی شیر کے دونوں طرف سے گزر رہی تھیں لیکن شیر کو ایک بھی نہ لگی۔ سپاہیوں نے گولیوں کا پورا بکس خالی کر دیا پر بالکل بے فائدہ۔ گولیوں کی آوازوں اور اپنی قید سے شیر بُری طرح جھلّا اُٹھا۔ اس نے غضب ناک ہو کر اپنی پوری طاقت سے پنجرے کے دروازے کو دھکا دیا۔ غصّے میں آئے ہوئے شیر کی طاقت کا بھلا کیا ٹھکانا! لوہے کی مضبوط سلاخیں لچک کر ٹیڑھی ہو گئیں۔ شیر جُوں تُوں کر کے باہر نکلا اور ڈکراتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا۔ سپاہیوں کی حماقت اور بزدلی کی وجہ سے وہ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ شیر کو ہلاک کرنے کا یہ ایک بہترین اور سنہری موقع تھا مگر وہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ سپاہی اگر ہمت اور جرأت سے کام لیتے تو وہ شیر کو دو تین گولیوں ہی سے ہلاک کر سکتے تھے، اس کے جسم کے ساتھ رائفل کی نالی لگا کر گولی چلا سکتے تھے مگر ان کے تو اوسان ہی خطا ہو گئے تھے۔

اس واقعے کے بعد سب مل کر کئی روز تک شیر کو قابو میں کرنے کی تدبیریں کرتے رہے لیکن کہتے ہیں کہ گیا وقت پھر ہاتھ

نہیں آتا۔ اس روز کے بعد شیر نے اُنھیں خود پر گولی چلانے کا کوئی موقع نہ دیا۔ مایوس ہو کر مسٹر لی کوہر سپاہیوں کو لے کر واپس ممباسہ چلے گئے۔ ان کے بعد مسٹر وائٹ بھی چلے گئے اور پیٹرسن شیر سے نبٹنے کے لیے پھر تنہا رہ گیا۔

ایک روز پیٹرسن صبح ہی صبح خیمے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک افریقی دوڑتا ہوا اُس کی طرف آ رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ آدم خور شیر نے اس کے گدھے کو دریا کے قریب ہلاک کر دیا ہے۔ وہ بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر بھاگا تھا۔ پیٹرسن نے یہ اطلاع ملتے ہی دو نالی رائفل لی اور اس افریقی کے ہمراہ دریا کی طرف چل پڑا۔ یہ رائفل اسے مسٹر لی کوہر نے جاتی بار دی تھی اور کہا تھا کہ جب کبھی شیر پر گولی چلانے کا موقع ملے تو اس رائفل کو استعمال کرنا۔ جب وہ دریا کے نزدیک پہنچے تو پیٹرسن نے دیکھا، شیر گھنی جھاڑیوں میں ایک طرف مرے ہوئے گدھے کو کھا رہا ہے۔ پیٹرسن اور افریقی دبے پاؤں جھاڑیوں میں ایک طرف ہوئے شیر کی طرف بڑھے۔ اچانک افریقی کا پاؤں ایک سُوکھی لکڑی پر پڑ گیا۔ لکڑی ایک تیز آواز کے ساتھ چٹخی تو شیر فوراً چوکنّا ہو گیا۔ پیٹرسن اور افریقی فوراً جھاڑیوں کی اوٹ میں دبک گئے۔ شیر نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے خطرے

کا احساس ہوگیا ہے۔ چنانچہ شکار کو چھوڑ کر وہ مُڑا اور دھاڑتا ہوا جنگل میں گھس گیا۔ پیٹرسن فوراً واپس کیمپ میں آیا اور تقریباً ڈھائی سو مزدوروں کو جلدی جلدی جمع کر کے اُنھیں خالی کنستر، ٹین کے ڈبے اور ڈھول وغیرہ تقسیم کر کے دُور تک جنگل میں نصف دائرے کی شکل میں پھیلا دیا۔ اس کے بعد ایک اشارے کے ذریعے انھیں کنستروں اور ڈھولوں وغیرہ کو بجاتے اور شور مچاتے ہوئے آگے بڑھنے کا حکم دے کر پیٹرسن خود تیزی سے اس جگہ پہنچا جہاں شیر نے گدھے کو ہلاک کیا تھا۔ مزدوروں کو جنگل میں سے نکل کر شیر اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس وقت طرح طرح کی عجیب وغریب آوازوں سے جنگل گونج رہا تھا۔ پیٹرسن ایک بڑی جھاڑی میں چھپا ہوا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے آدم خور جنگل میں سے نکل کر اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ بڑا حیران و پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے پہلے کبھی جنگل میں اس طرح کی ہاؤ ہو نہیں سُنی تھی۔ یہ عجیب ہنگامہ دیکھ کر وہ بڑا بے چین ہو رہا تھا۔ دو قدم چل کر وہ رُک جاتا اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگتا۔ پھر دو قدم چلتا اور ادھر ادھر دیکھنے لگتا۔ پیٹرسن اس کی حرکتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ آخر شیر چلتا ہوا پیٹرسن سے صرف پندرہ گز کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ پیٹرسن بے حد خوش تھا۔ آج پہلی دفعہ سینکڑوں انسانوں کا قاتل،

خونخوار آدم خور اس کے اس قدر قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے اُسے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اُس نے مسٹر لی کوھسر کی دی ہوئی دو نالی رائفل اُٹھائی اور عین شیر کے ماتھے کا نشانہ لے کر لبلبی دبا دی۔ لیکن شاید یہ شیر کی خوش قسمتی تھی یا پیٹرسن کی بدقسمتی کہ گولی پھُس ہو کر رہ گئی۔ پیٹرسن نے جلدی سے دوبارہ گھوڑا دبایا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ پیٹرسن بے اختیار سر پیٹ کر رہ گیا۔ دُوسری طرف شور وغل سے گھبرایا ہوا شیر لمحہ بہ لمحہ اس سے دُور ہوتا جا رہا تھا۔ پیٹرسن اس لمحے کو کوس رہا تھا جب لی کوھسر نے اُسے یہ رائفل دی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کے پاس اس وقت اپنی رائفل ہوتی تو شیر بچ کر ہرگز نہ جا سکتا۔ شیر اب نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ پیٹرسن اپنی جگہ سے اُٹھا اور دل ہی دل میں اس منحوس رائفل بنانے والے کو گالیاں دیتا ہوا جلتا بھُنتا، اپنے مزدوروں کو ہمراہ لے کر واپس کیمپ میں آگیا۔

آج کی ناکامی کا پیٹرسن کو بے حد افسوس تھا۔ مزدوروں کو بھی آج کے واقعے سے یقین ہوگیا تھا کہ آدم خور شیر جانور نہیں، بلکہ جن ہی ہیں۔ اُنھوں نے پیٹرسن کو بھی کہا کہ شیروں کے خلاف اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ جنّوں

بھوتوں پر تو گولی اثر ہی نہیں کر سکتی۔

پیٹرسن شام تک دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنی رائفل اٹھائی اور پھر اس طرف چل پڑا جہاں گدھے کی ادھ کھائی لاش پڑی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شیر ابھی بھوکا ہے اس لیے وُہ رات کو ضرور گدھے کا، بچا کھچا گوشت کھانے کے لیے آئے گا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے گدھے کی لاش سے کوئی بیس گز دُور ایک اچھا سا درخت دیکھ کر مچان بنوائی اور سُورج ڈُوبنے سے تھوڑی دیر پہلے اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف بڑی ہولناک خاموشی طاری تھی۔ دُور درختوں پر اوٹ میں اسے کیمپ میں کہیں کہیں کوئی روشنی نظر آجاتی تھی۔ پیٹرسن بے حد ہوشیار اور چوکنا ہو کر جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یکایک اسے احساس ہوُا جیسے سامنے کی جھاڑیوں میں کوئی سایہ سا آکر رُک گیا ہے۔ پیٹرسن کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے غور سے جھاڑیوں میں دیکھا، وہ یقیناً آدم خور شیر تھا جو بھوک سے بیتاب ہو کر اپنا شکار کھانے کے لیے آیا تھا۔ لیکن اب یوں لگتا تھا جیسے اس نے درخت پر بیٹھے ہوئے پیٹرسن کو دیکھ لیا ہے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یکایک شیر آگے بڑھا اور پیٹرسن کی طرف مُنہ اُٹھا کے زور زور سے دھاڑنے لگا۔ پھر وہ کچھ پیچھے ہٹ گیا اور غرانے لگا۔ وہ بے حد بھوکا تھا۔ اپنا پیٹ بھرنا چاہتا تھا لیکن پیٹرسن کی موجودگی سے وُہ

ڈر بھی رہا تھا اور غضبناک بھی ہو رہا تھا۔ ایک دفعہ پھر وہ زور سے گرجا اور جھاڑیوں سے باہر نکل کر پیٹرسن کے درخت کی طرف بڑھا۔ اب وہ درخت کے چاروں طرف زور زور سے دھاڑتا ہوُا پھر رہا تھا۔ کبھی جھاڑیوں میں جاتا، کبھی باہر نکل آتا۔ پیٹرسن کو دھڑکا لگا ہوُا تھا کہ کہیں شیر اچانک کود کر اس پر نہ آچڑھے۔ اس کی نظر شیر پر جمی ہوئی تھی۔ وہ گولی چلانے کے لیے کوئی مناسب موقع دیکھ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ وہ خود بھی بُری طرح دہشت زدہ ہو رہا تھا۔ شیر کو اپنے اس قدر قریب پا کر وہ گھبرا گیا تھا۔ شیر کا غصّہ اب بڑھ گیا تھا۔ گرج گرج کر اس نے جنگل سر پہ اُٹھا رکھا تھا۔ پیٹرسن کو اس کی خوفناک دھاڑ سے پسینے چھُوٹ رہے تھے۔ جس جگہ وہ بیٹھا تھا وہ کچھ ایسی محفوظ نہ تھی۔ دو گھنٹے اسی طرح گزُر گئے۔ اس عرصے میں نہ تو شیر نے ہی پیٹرسن پر حملہ کرنے کی کوئی پُر زور کوشش کی اور نہ ہی پیٹرسن کو اس پر گولی چلانے کا کوئی اچھا سا موقع ملا۔ آخر شیر غصّے میں زور زور سے گرجتا ہوُا واپس جنگل میں چلا گیا اور پیٹرسن کے ہوش ٹھکانے آئے۔ اسے اپنے آپ پر بے حد غصّہ آیا کہ اُس نے خواہ مخواہ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو اپنی بزدلی کی وجہ سے کھو دیا۔

وقت گزُرتا رہا۔ پیٹرسن شیر کی طرف سے اب تقریباً مایوس

ہو چکا تھا۔ لیکن آدھی رات کے کچھ دیر بعد یکایک جنگل کی طرف سے پھر اسے شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا اور جنگل کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ ایک سایا سا درختوں کی اوٹ سے نکل کر اس کے درخت کے سامنے آکھڑا ہوا۔ یہ آدم خور شیر تھا۔ پیٹرسن نے اس بار حوصلے سے کام لیا اور آہستگی سے رائفل اٹھا کر ہاتھ میں لے لی۔ شیر پھر پورے زور سے گرجتا ہوا، شاید حملہ کرنے کے لیے، آگے بڑھا۔ اب وہ پیٹرسن کے بالکل سامنے تھا۔ اس نے احتیاط سے شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ رات کی خاموشی میں پہلے گولی کے چلنے کی خوفناک آواز بلند ہوئی اور اس کے بعد زخمی شیر کے ڈکرانے کی آواز گونجی۔ زخمی ہو کر شیر بے حد غضبناک ہو گیا تھا۔ وہ بڑے جوش میں گرجتا ہوا درخت کی جانب بڑھا اور اچھل اچھل کر پیٹرسن کو مچان سے گرانے کی کوشش کرنے لگا لیکن پیٹرسن نے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ آخر شیر بری طرح زخمی ہو کر جھاڑیوں کی طرف چلا گیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں سے اس کے کراہنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ سینکڑوں بے گناہ انسانوں کا قاتل آخر کار آج خود بھی

موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔

اوپر تلے کئی گولیاں چلنے کی آواز سن کر سارا کیمپ جاگ پڑا تھا۔ کچھ لوگ ہمت کر کے باہر نکلے اور مشعلیں اور ہتھیار لے کر کیمپ کے کنارے پر کھڑے ہو کر پیٹرسن کو آوازیں دینے لگے۔ پیٹرسن نے بلند آواز میں انھیں بتایا کہ وہ خیریت سے ہے اور شیر مر چکا ہے۔ شیر کے مرنے کی خبر سن کر وہ پھولے نہ سمائے۔ انھوں نے ایکدم خوشی سے بھرپور نعرے لگانے شروع کر دیے۔ "شیر مر گیا۔ شیر مر گیا۔" دیکھتے ہی دیکھتے پورا کیمپ روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ سینکڑوں لوگ مشعلیں اور لالٹینیں لیے ڈھول بجاتے اور ناچتے گاتے اب اس کی طرف آ رہے تھے۔ جب قریب پہنچے تو انھوں نے پیٹرسن کو اس کی کامیابی پر بڑی پرجوش مبارک باد دی۔ پھر اسے کاندھوں پر اٹھا کر اسی طرح ناچتے گاتے واپس کیمپ کی طرف چل پڑے۔ اس رات کیمپ میں سب لوگ جاگتے رہے، جگہ جگہ ٹولیاں بنا کر ناچ اور گانے کی محفلیں گرماتے رہے۔ پیٹرسن بھی بے حد خوش تھا۔ آج خوشی کے مارے اسے بھی نیند نہ آ رہی تھی۔ مدتوں کے انتظار اور انتھک کوششوں کے بعد آج اس کی محنت کا پھل ملا تھا۔

صبح ہوتے ہی پیٹرسن بہت سے مزدوروں کو ساتھ

لے کر اس جگہ پہنچا۔ جھاڑیوں کے اندر ایک جگہ شیر مرا پڑا تھا۔ ایک مضبوط بانس سے باندھ کر مزدوروں نے شیر کو اٹھایا اور کیمپ میں لے آئے۔ اس کو ناپا گیا تو ناک سے دُم تک دس فٹ اور ایک انچ نکلا۔ کھال اُتارتے وقت پیٹرسن نے دیکھا کہ کانٹوں سے اس کی کھال بُری طرح خراب ہو چکی تھی۔ یہ کانٹے وُہ تھے جو خیموں کے گرد بنائی باڑوں میں سے گزرتے ہوئے اسے چُبھ گئے تھے۔

ساؤ کے پہلے آدم خور کی ہلاکت کی خبریں دُور دُور تک پہنچ گئیں۔ ہندوستان سے لندن تک کے اخباروں میں یہ خبریں نمایاں طریقے سے شائع ہوئیں۔ دُنیا کے گوشے گوشے سے پیٹرسن کے پاس مبارک باد کے خطوں اور تاروں کا ڈھیر لگ گیا۔ پیٹرسن بھی بے حد خوشی اور فخر محسوس کر رہا تھا۔ اب وُہ قدرے مطمئن تھا کہ دو شیروں میں سے ایک شیر کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب دُوسرے شیر سے نبٹنا کچھ آسان ہو گیا تھا۔

پہلے شیر کی موت کے بعد کیمپ میں کچھ روز بڑا امن و امان رہا لیکن پھر وُہی مصیبت شروع ہو گئی۔ دُوسرا آدم خور شیر پھر خیموں میں گھس گھس کر آدمیوں کو اُٹھانے لگا۔ وہ پہلے کی طرح جنگل میں سے دھاڑتا ہوا نکلتا، تھوڑی دیر کے بعد کسی خیمے پر حملہ آور ہوتا اور ایک آدھ آدمی کو اُٹھا کر قریب ہی جھاڑیوں

میں چیر پھاڑ کر کھا جاتا۔ مزدوروں میں پھر وُہی بدامنی، بے چینی اور خوف پھیل گیا۔ وہ پہلے کی طرح پھر اپنے بچاؤ کی خاطر طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگے۔ مگر اس خوفناک اور عیار آدم خور کے سامنے اُن کی کوئی پیش نہ چلی۔ وہ جب بھی کیمپ میں آتا تو کسی نہ کسی طرح ضرور اپنا شکار حاصل کر لیتا۔

ساؤ کے پہلے آدم خور شیر کی موت کی خبر سُن کر بہت سے شکاریوں کے دل میں جوش پیدا ہُوا اور وہ دُوسرے شیر کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں پہنچنے لگے۔ بہتیرے شکاری وہاں آئے لیکن اُن میں سے کوئی بھی اپنی مہم میں کامیاب ہو کر نہ لوٹا۔ ہزاروں روپے ضائع کر کے اور وقت برباد کر کے اور ان میں سے بعض زخمی یا بیمار ہو کر واپس چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ ان شکاریوں میں سے ایک غلام محمد خان بھی تھے۔ وہ بمبئی کے رہنے والے تھے اور ہندوستان کے چند بہترین شکاریوں میں سے تھے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار وہ ہندوستان کے کئی جنگلوں میں شیروں کا شکار کر چکے تھے۔ امیر آدمی تھے، افریقہ کے شیر کے شکار کا شوق چرایا تو جھٹ پٹ سارا سازو سامان تیار کرایا اور ملازموں کے پورے لاؤ لشکر سمیت ساؤ آن پہنچے۔ بیس دن تک وہ اپنی تدبیریں آزماتے رہے۔ بھر کوشش کر ڈالی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ سینکڑوں روپے

برباد کرکے اور اپنا ایک عزیز ترین مُلازم شیر کی بھینٹ چڑھا کر شیر کے شکار کی حسرت دِل میں لیے ناکام ہندوستان لوٹ گئے۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ خان صاحب کیمپ سے کوئی ایک میل دُور جنگل میں ایک درخت پر مضبوط مچان بنوا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ خان صاحب سے قدرے نیچے ان کا ایک نہایت عزیز مُلازم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک بندوق تھی اور وہ خُود بھی ایک اچھا نشانچی تھا۔ درخت کے نیچے ایک بہت بڑا لوہے کا مضبوط پنجرہ رکھا تھا جس میں ایک آدمی بندوق اور تلوار سے مسلح ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پنجرہ خان صاحب نے خاص طور پر شیر کے شکار میں لیے بنوایا ہُوا تھا۔ پنجرے میں بیٹھا ہوا آدمی بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ وہ پنجرے کے عین درمیان میں بیٹھا تھا۔ پنجرہ اتنا بڑا تھا کہ شیر اگر سلاخوں کے درمیان پنجہ ڈال کر اس آدمی کو پکڑنے کی کوشش کرتا تو اس کا پنجہ وہاں تک نہ پہنچ سکتا۔ ویسے اس آدمی کو خان صاحب نے ہدایت کر دی تھی کہ شیر اگر اس پر حملہ کرے تو وہ فوراً گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اسے ختم کر ڈالے اور اگر سلاخوں کے درمیان پنجہ ڈال کر اسے پکڑنے کی کوشش کرے تو تلوار کا وار کر کے اس کا پنجہ کاٹ ڈالے۔

اس قدر انتظامات کرنے کے بعد خان صاحب بڑے

مطمئن تھے کہ شیر بچ کر ہرگز نہیں جا سکے گا۔ اب وہ مچان پر رائفل ہاتھ میں لیے شیر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور اس کے ساتھ آسمان پر کالے سیاہ بادل چھانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ بادل گرجنے لگے اور بجلی چمکنے لگی۔ موسم اگرچہ خراب ہو گیا تھا مگر خان صاحب کو بڑی اُمید تھی کہ شیر شکار کی تلاش میں ضرور اس طرف آئے گا۔ دس بج گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دُور جنگل میں شیر کے دھاڑنے کی آواز سُنائی دی۔ پُورا جنگل تھرا اُٹھا۔ آواز اتفاق سے اُسی طرف آ رہی تھی۔ سب ہوشیار اور چوکس ہو کر بیٹھ گئے۔ کوئی آدھ میل کے فاصلے پر آ کر شیر خاموش ہو گیا اور ہر طرف ایک خوفناک سناٹا طاری ہو گیا۔ کچھ دیر اسی طرح گزر گئی۔ یکایک ایک بار بجلی جو چمکی اور روشنی کا جھماکا ہُوا تو خان صاحب نے ایک مہیب شیر کو درخت کے قریب کھڑا پایا۔ وہ پنجرے میں بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ خان صاحب نے ہندوستان میں کئی شیر دیکھے تھے اور مارے بھی تھے مگر ایسا شیر اُنھوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس شیر کو دیکھ کر اُنھیں احساس ہُوا کہ آج پہلی بار اُنھوں نے واقعی ایک شیر دیکھا ہے۔ خوف کے مارے اُنھیں ایک جھرجھری سی آ گئی۔ پھر شیر آگے

بڑھا۔ بجلی کی روشنی میں پنجرے میں بیٹھے ہوئے آدمی نے اس خوفناک درندے کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھا تو بے اختیار اُس کے مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ آدم خور اس کے قریب پہنچ کر اور سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بچارا ڈر کے مارے سمٹ گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ رائفل اور تلوار کا اسے خیال تک بھی نہ رہا۔ اس کے ہاتھ پاؤں جواب دے گئے۔ وہ زور زور سے چیخنے چلانے اور خان صاحب کو آوازیں دینے لگا جو درخت پر دم بخود بیٹھے تھے۔ شیر جب اسے پکڑنے میں کامیاب نہ ہوا تو غصے میں آکر پنجرے کو ایک دھکا دے دیا۔ پنجرہ اُلٹ گیا۔ اس میں بیٹھے ہوئے آدمی کے مُنہ سے پھر ایک لمبی چیخ بلند ہوئی اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ یہ دیکھ کر خان صاحب سنبھلے۔ اُنھوں نے حوصلہ کیا اور دل کو مضبوط کرکے رائفل اُٹھائی۔ شیر اگرچہ صاف نظر نہیں آرہا تھا مگر قریب ہونے کی وجہ کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ خان صاحب نے نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ گولی آدم خور کی ٹانگ پر لگی۔ اب اسے بھی پتا چل گیا کہ درخت پر دو آدمی چڑھے بیٹھے ہیں۔ وُہ غضب ناک ہوکر زور زور سے غرانے اور اُچھل اُچھل کر اُن پر حملے کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو مار گرائے۔ خان صاحب نے اندھیرے ہی میں اس پر پے در پے گولیاں چلانی شروع کردیں مگر سب کی سب بے نشانہ۔ ایک

بار شیر جو زور سے اُچھلا تو اس کا پنجہ خان صاحب کی ران پر پڑا اور اسے بُری طرح زخمی کرگیا۔ خانصاحب مچان پر مضبوطی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ورنہ شیر نے اُنھیں گرا ہی لیا تھا۔ خان صاحب تو بچ گئے مگر ان سے ذرا نیچے بیٹھا ہوا ملازم نہ بچ سکا۔ شیر پھر اُچھلا۔ اس بار اُس کا پنجہ اس شاخ پر پڑا جس پر وہ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ شاخ آدم خور کے جھٹکے کو برداشت نہ کرسکی اور ایک تیز آواز کے ساتھ ٹوٹ کر اس آدمی سمیت نیچے جا گری۔ شیر فوراً آگے بڑھا اور اس آدمی کو مُنہ میں دبا کر جنگل میں غائب ہوگیا اور خان صاحب دیکھتے ہی رہ گئے۔ ران کے زخم کی وجہ سے رات بڑی مشکل سے گزاری۔ صبح ہوتے ہی مال اسباب سمیٹا اور ممباسہ جانے والی ٹرین پر سوار ہوکر رُخصت ہوگئے۔

شیر پہلے کی طرح من مانی کرتا رہا۔ مزدور خیموں سے غائب ہوتے رہے۔ روز شور مچتا۔ روز چیخ و پکار اُٹھتی۔ روز شیر آتا اور روز کوئی نہ کوئی شکار ہوجاتا۔ ساؤ کے سٹیشن کے قریب ہی ایک ریلوے انسپکٹر کا کوارٹر تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ انسپکٹر کمرے کے اندر سو رہا تھا۔ آدھی رات کے قریب اسے برآمدے میں کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ کوئی قلی برآمدے میں شور کر رہا ہے۔ بستر پر ہی پڑے پڑے زور سے ڈانٹا اور پھر گہری نیند میں خراٹے لینے لگا۔ اس

قسمت اچھی تھی جو وہ بستر پر پڑا رہا ورنہ اگر وہ قلی کو روکنے کے لیے خود باہر آجاتا تو اس کی خیر نہیں تھی کیونکہ برآمدے میں قلی نہیں بلکہ آدم خور شیر تھا۔ شیر کچھ دیر تو ادھر اُدھر شکار کے لیے کچھ ڈھونڈتا رہا لیکن جب کچھ بھی نہ ملا تو کوارٹر کے سامنے بندھی ہوئی انسپکٹر کی دو بکریاں مار ڈالیں اور انھیں ہڑپ کر گیا۔

اگلی صبح پیٹرسن نے جب یہ خبر سُنی تو اس نے رات کو اس جگہ شیر کی گھات میں بیٹھنے کا ارادہ کر لیا۔ انسپکٹر کے کوارٹر کے ساتھ ہی ایک اور خالی کوارٹر تھا۔ پیٹرسن نے وہاں بیٹھنے کا انتظام کر لیا۔ پاس ہی ایک لوہے کے شہتیر کے ساتھ تین بکریاں بندھوا دیں اور خود کوارٹر میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ رات بڑی اندھیری تھی۔ اتنی اندھیری کہ کمرے میں بیٹھے ہوئے پیٹرسن کو بکریاں بھی صاف دکھائی نہ دے رہی تھیں۔ اس وقت وہ آنکھوں کے بجائے کانوں پر زیادہ زور دے رہا تھا۔ دس بجے کے قریب یکایک اسے بکریوں کی خوف زدہ ممیاہٹ سُنائی دی۔ وہ بھاگ جانے کے لیے ادھر اُدھر اُچھل کُود رہی اور رسے تڑانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس کے فوراً بعد ایک بکری کی تیز آواز سُنائی دی جو اس کے حلق ہی میں گھُٹ کر رہ گئی۔ شیر نے بکریوں کو آتے ہی مارنا شروع کر دیا تھا۔ چند منٹ اور گزر گئے۔ پھر شیر بکریوں کو گارڈر سمیت گھسیٹ کر کوارٹر سے دُور جھاڑیوں میں

لے جانے لگا۔ پیٹرسن بڑے غور سے اس طرف دیکھ رہا تھا مگر گہری تاریکی کی وجہ سے شیر کا سایہ تک نظر نہ آ رہا تھا۔ اب جو پیٹرسن نے شیر کو ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو اُس نے یونہی اندازے سے آواز کی طرف گولیاں چلانی شروع کر دیں مگر کچھ بھی نہ ہُوا۔ شیر بکریوں کو گھسیٹتا رہا اور کوارٹر سے کوئی دو فرلانگ پرے لے گیا اور آرام سے بیٹھ کر بکریوں کے گوشت سے اپنا پیٹ بھرنے لگا۔ اب وہ پیٹرسن کی پہنچ سے باہر تھا۔

رات پیٹرسن نے بڑی بے آرامی سے کاٹی۔ صبح ہوتے ہی اُس نے کچھ مزدوروں کو ساتھ لیا اور شیر کی تلاش میں نکل کھڑا ہُوا۔ دو فرلانگ چلنے کے بعد اُنھیں جھاڑیوں میں شیر نظر آگیا۔ وہ ابھی تک شکار کھانے میں مصروف تھا۔ ان کی آہٹ سُن کر اس نے بھی سر اُٹھا کر اُنھیں دیکھا اور پھر بڑے خوفناک انداز میں دھاڑتا ہُوا اُن کی طرف لپکا۔ وہ سب بھاگ کر چند قریبی درختوں پر چڑھ گئے۔ شیر یہ دیکھ کر دھاڑتا ہُوا جنگل میں چلا گیا۔

شیر کے جانے کے بعد وہ پھر درختوں سے نیچے اُترے اور مُردہ بکریوں کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھے۔ شیر ایک بکری کو تو سالم چٹ کر گیا تھا البتہ باقی دو بکریوں تھوڑی تھوڑی کھائی ہوئی تھیں۔ پیٹرسن کو یقین تھا کہ شیر ان دو بکریوں

کو کھانے کے لیے رات کو پھر ضرور آئے گا۔ اُس نے بکریوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک موزوں درخت پر اُس نے مچان بنوائی اور رات ہونے سے کچھ دیر پہلے اپنے ایک ملازم روشن خان کو ساتھ لے کر اس پر بیٹھ گیا۔ پیٹرسن کئی راتوں سے سویا نہیں تھا۔ وُہ روشن خان کو جاگنے کی ہدایت کر کے خود مچان پر سو گیا۔ پتا نہیں وہ کتنی دیر سویا رہا کہ یکایک روشن خان نے اس کا بازو ہلا کر جگا دیا۔ پیٹرسن جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ روشن خان نے اسے اشارے سے بتایا کہ شیر آ گیا ہے۔ پیٹرسن نے جھٹ ادھر دیکھا۔ شیر بکریوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پیٹرسن رائفل سنبھال کر بیٹھ گیا اور اس کے اچھی طرح سامنے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جونہی ایک مرتبہ شیر حرکت کرتا ہوُا سامنے ہوُا، پیٹرسن نے اپنی دونالی رائفل سے نشانہ لے کر اس کے بائیں بازو پر دو فائر کر دیے۔ شیر زخمی ہو کر بڑی خوفناک اور لرزہ خیز آواز میں دھاڑا۔ یوُں معلوم ہوُا جیسے جنگل میں بھونچال آ گیا ہو۔ شیر ڈکراتا ہوُا جنگل کی طرف چل دیا۔ باقی رات پیٹرسن اور روشن خان نے درخت پر ہی بسر کی۔ صبح ہوئی تو وہ درخت سے نیچے اُترے۔ بکریوں کے قریب شیر کے خوُن کے دھبے جمے ہوئے تھے جنھیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ شیر بُری طرح زخمی ہو چکا ہے۔ پیٹرسن نے اس کے تعاقب کا

ارادہ کر لیا۔ چُنانچہ روشن خان کو ساتھ لے کر وہ خوُن کے دھبوں کو دیکھتا جنگل کی طرف چل پڑا۔ خوُن کے یہ نشانات کوئی میل بھر تو نظر آتے رہے لیکن اس کے بعد پتھریلی زمین اور گھنے جنگل میں غائب ہو گئے۔ زیادہ آگے جانا بھی خطرناک تھا اس لیے پیٹرسن مجبوراً اپنے ساتھی کے ہمراہ واپس آ گیا۔

پندرہ بیس روز تک کیمپ میں امن امان رہا۔ ان دنوں میں شیر نے کوئی واردات نہ کی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ شیر زخموں کی تاب نہ لا کر جنگل ہی میں کہیں مر کھپ گیا ہے۔ چنانچہ وہ شیر کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور اپنی حفاظت کے انتظام میں لاپروائی برتنے لگے۔ لیکن ایک رات پھر سارا کیمپ شیر کی دھاڑ سے گونج اُٹھا۔ سب مزدور جاگ پڑے اور جلدی جلدی حفاظتی جگہوں پر چلے گئے۔ پیٹرسن لوگوں کی چیخ وُپکار سُن کر اُٹھ بیٹھا۔ اس وقت باہر نکلنا خطرناک تھا۔ اس نے خیمے میں کھڑے کھڑے شیر کو خوف زدہ کرنے کے لیے کئی فائر کر دیے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیر قُلیوں کے قریب نہ آیا اور کیمپ کے آس پاس بولتا رہا۔ صُبح جب پیٹرسن نے دیکھا تو پورے کیمپ کے گرد اس کے پنجوں کے نشان موجود تھے۔ ان کو دیکھنے سے پتا چلتا تھا کہ شیر کے زخم اچھے ہو گئے ہیں مگر بائیں ٹانگ ہمیشہ کے لیے لنگڑی ہو چکی ہے۔ اسی لنگڑاہٹ اور کمزوری کی وجہ سے وہ خیموں کی

بار ٹیں نہ پھلانگ سکا تھا ورنہ رات کو وہ بغیر شکار کیے ہرگز نہ جاتا۔

پیٹرسن نے کیمپ کے قریب ہی ایک درخت پر مچان بنوائی اور رات ہوتے ہی روشن خان کے ساتھ اس پر جا بیٹھا۔ رات بالکل صاف تھی۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور دُور دُور کی چیزیں بھی اچھی طرح نظر آ رہی تھیں۔ پیٹرسن رائفل لیے جنگل کے راستوں پر نظریں جمائے شیر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دو بج گئے مگر شیر کا دُور دُور تک کوئی پتا نہ تھا۔ پیٹرسن نا اُمید ہو گیا چنانچہ روشن خان کو جاگتے رہنے کے لیے کہہ کر وہ خود تنے سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ ابھی اسے سوئے ہوئے مشکل سے ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ ایک بھاری سی آواز کے ساتھ پیٹرسن کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ایکدم اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا مگر پیٹرسن کو اور نہ ہی روشن خان کو کوئی ایسی چیز نظر آئی۔ یکایک چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے جھنڈ کے قریب ایک سایہ سا ہلتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پیٹرسن نے فوراً پہچان لیا وہ آدم خور شیر ہی تھا جو چھپتا چھپاتا ہوا اُن پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا تھا۔ بیس گز کے فاصلے پر آ کر وہ رُک گیا اور مُنہ اُٹھا کر اس درخت کی طرف دیکھنے لگا۔ پیٹرسن اس کے اور آگے آنے کا انتظار نہ کر سکا۔ اس نے رائفل

اُٹھائی اور شیر کے دل کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ زخمی ہو کر وہ ایک خوفناک گرج کے ساتھ اُچھلا اور پیشتر اس کے کہ پیٹرسن اس پر دُوسری گولی چلاتا، اُس نے چھلانگ لگائی اور دم بھر میں نظروں سے غائب ہو گیا۔

باقی رات دونوں نے درخت پر ہی گزاری۔ صُبح ہوتے ہی وہ نیچے اُترے۔ روشن خان بھی ایک رائفل لے کر پیٹرسن کے ہمراہ ہو گیا۔ دونوں شیر کی تلاش میں اُس کے خون کے نشانوں کو دیکھتے ہوئے جنگل کی طرف چل پڑے۔ ابھی وہ کوئی دو فرلانگ دُور ہی گئے ہوں گے کہ جھاڑیوں کی دُوسری طرف انھیں شیر کے گرجنے کی آواز سُنائی دی۔ پیٹرسن نے رائفل سیدھی کر لی اور غور سے اس طرف دیکھنے لگا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں شیر غضبناک نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پیٹرسن نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ گولی چلتے ہی شیر بڑے زور سے اُچھلا اور گرجتا ہوا تیزی سے پیٹرسن کی طرف جھپٹا۔ پیٹرسن نے دُوسرا فائر کیا۔ شیر تیورا کر گر پڑا مگر بڑا سخت جان تھا۔ گر کر اُٹھا اور پھر اُس کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھا۔ رائفل میں گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اس نے مُڑ کر روشن خان سے دُوسری رائفل لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر روشن خان وہاں موجود نہ تھا۔ وہ شیر کو حملہ کرتے دیکھ کر جان بچانے کے لیے ایک درخت پر جا چڑھا تھا۔ پیٹرسن نے

خُود کو خطرے میں دیکھا تو وہ بھی فوراً درخت کی طرف لپکا اور چھلانگ لگا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شیر پیٹرسن کے پیچھے درخت تک آیا مگر یہ دیکھ کر کہ اس کا شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے، وُہ مُڑا اور زخموں کی تکلیف سے دھاڑتا ہُوا جنگل کی طرف چل پڑا۔ جیسے ہی اُس نے رُخ بدلا۔ پیٹرسن نے فوراً روشن خان سے رائفل لی اور گولی چلا دی۔ گولی نشانے پر بیٹھی اور شیر لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ پیٹرسن اُس کے گرتے ہی فوراً درخت سے اُتر آیا۔ یہ اس کی غلطی تھی کیونکہ شیر ابھی مرا نہیں تھا چنانچہ پیٹرسن کو دیکھ کر پھر اُٹھا اور بڑی جرأت سے اس پر جھپٹ پڑا۔ ان کے درمیان صرف پانچ گز کا فاصلہ تھا کہ پیٹرسن نے اُوپر تلے دو فائر اور کر دیے۔ پہلی گولی اس کے سینے پر لگی اور دل میں اُتر گئی۔ دُوسری سر کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ شیر زمین پر گر پڑا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ ساؤ کا دُوسرا آدم خور بھی ہلاک ہو گیا تھا۔

دن دہاڑے اتنے فائروں کی آواز سُن کر کیمپ کے مزدور جنگل کی طرف دوڑے۔ اُنھیں یقین تھا کہ پیٹرسن نے دُوسرا آدم خور بھی مار گرایا ہو گا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں ہزاروں آدمیوں کا جمگھٹا لگ گیا۔ مُردہ شیر کو دیکھ کر وہ بڑے غضبناک ہو رہے تھے۔ ان میں سے ہر شخص شیر کی بوٹی بوٹی اڑا دینے پر تُلا ہُوا تھا۔ پیٹرسن نے اُنھیں بڑی مشکل سے روکا۔ ویسے ان کا غصّہ تھا

حق بجانب۔ وہ آدم خور خدا جانے ان کے کتنے عزیزوں، رشتے داروں اور دوستوں کو اپنا نوالہ بنا چکا تھا۔

کیمپ میں لا کر شیر کو ناپا گیا تو وہ نو فٹ نو انچ لمبا اور چار فٹ اُونچا نکلا۔ کھال اُتارتے وقت اس کے جسم سے چھ گولیاں نکلیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیر کس قدر سخت جان اور طاقت ور تھا۔ دو ایک گولیوں کو تو وہ سمجھتا ہی کچھ نہ تھا۔

دُوسرے آدم خور کی ہلاکت کی خبر بھی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ ملک کے گوشے گوشے سے لوگ آدم خور اور پیٹرسن کو دیکھنے کے لیے وہاں آنے لگے۔ کئی روز تک کیمپ میں ایک میلہ سا لگا رہا۔ دُنیا بھر کے اخباروں میں پیٹرسن کے اس کارنامے کی دھوم مچ گئی۔ مُبارک باد کے ہزاروں خطوط اور تار اسے موصول ہوئے۔ ساؤ کے کیمپ میں اب ہر شخص مطمئن تھا۔ اب کسی کی جان کو خطرہ نہیں تھا۔ ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا۔ لوگ پیر پسار کر اب بے فکری سے میٹھی نیند سونے لگے۔ بھوت پریت اور جنّات کا جادو ٹوٹ گیا۔ لوگوں کے دلوں سے خوف اور وہم جاتا رہا۔ دریائے ساؤ کے پُل کی رُکی ہوئی تعمیر پھر شروع ہو گئی اور کیمپ کا ہر آدمی پورے اطمینان اور توجہ سے اپنے اپنے کام کاج میں لگ گیا۔



برتلاؤ کا شیر

ہندوستان کے صوبے مدھیا پردیش میں ایک گاؤں ہے جس کا نام برتلاؤ ہے۔ اس علاقے کے باشندے زیادہ تر کسان ہیں لیکن جب وہ فصلیں کاٹ لینے کے بعد بیکار ہو جاتے ہیں تو ان میں سے بہت سے لوگ کاغذ کے ایک قریبی کارخانے میں کام کرنے لگتے ہیں اور کچھ جنگلات کے ٹھیکیداروں کے پاس ملازم ہو جاتے ہیں۔ اس علاقے کے جنگل اگرچہ کچھ ایسے گھنے نہیں ہیں لیکن ان میں بانسوں کی پیداوار خوب ہوتی ہے۔ جو مزدور جنگل میں بانس کاٹنے کے لیے نوکر ہو جاتے ہیں انھیں عام طور پر رات کو بھی جنگل ہی میں رہنا پڑتا ہے ہفتے کے بعد انھیں ایک دن کی چھٹی ملتی ہے اور وہ اپنے اپنے گھروں کو آتے ہیں۔ جنگل میں وہ پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کی ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں اور کسی ندی یا نالے کے کنارے صاف سی جگہ پر گھاس پھونس اور بانسوں سے جھونپڑیاں بنا لیتے ہیں اور ان جھونپڑیوں میں رات گزارتے ہیں۔

برتلاؤ سے شمال کی طرف تین میل تک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو آگے چل کر دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں شاخیں دس دس میل لمبی ہیں جو کم ہوتی ہوتی میدانی علاقے میں کھو جاتی ہیں۔ ان دونوں سلسلوں کا درمیانی رقبہ کوئی چار ہزار مربع میل کا ہے اور اسی علاقے میں

ایک آدم خور شیر نے ساڑھے تین سال تک دہشت پھیلائے رکھی۔

اس شیر کا سب سے پہلا حملہ ایک باپ اور بیٹے پر ہوا جو خوش قسمتی سے بچ گئے۔ وہ دونوں برتلاڈ سے ایک بیل خرید کر اپنے گاؤں واپس جا رہے تھے۔ ابھی وہ اپنے گاؤں سے پانچ میل دور تھے کہ سورج غروب ہو گیا اور چاروں طرف تیزی سے اندھیرا پھیلنے لگا۔ وہ چاہتے تھے کہ رات ہونے سے پہلے ہی گاؤں پہنچ جائیں لیکن ان کا بیل ذرا سست رفتار تھا اس لیے وہ تیز نہیں چل سکتے تھے۔ وہ اس وقت جنگل کے ایک گھنے حصے سے گزر رہے تھے۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے میں اس قدر مگن تھے کہ انھیں اپنے آس پاس کا بھی کوئی دھیان نہ رہا تھا۔ یکایک انھیں زمین پر ایک بھاری اور بوجھل سی چیز گرنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے ایکدم گھبرا کر دیکھا تو ان کے ہوش اُڑ گئے۔ ایک شیر نے ان کے بیل پر حملہ کیا تھا لیکن اس کا نشانہ چوک جانے کی وجہ سے وہ ان کے اور بیل کے درمیان آن گرا تھا۔ افراتفری کے عالم میں انھوں نے ایک دم زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ شیر ان کے شور وغل سے گھبرا کر جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔ اس اثناء میں ان کا بیل بھی رسہ چھڑا کر نہ جانے کس طرف بھاگ گیا تھا۔ دونوں باپ بیٹا بجائے بیل کو تلاش کرنے کے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور گھر پہنچ کر ہی دم لیا۔ ان دونوں کے کندھے شیر کے پنجے لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے جن میں دوسرے دن پیپ پڑنے لگی۔ چنانچہ انھیں برتلاڈ کے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا جہاں کچھ عرصہ علاج کرانے کے بعد وہ تندرست ہو گئے۔

اس واقعے کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس شیر نے پہلا انسانی شکار کر کے اپنی آدم خوری کا آغاز کر دیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ چار مزدوروں کی ایک ٹولی جنگل میں بانس کے درخت کاٹنے میں مصروف تھی۔ کچھ دیر کے بعد انھوں نے محسوس کیا کہ ان کا ایک ساتھی غائب ہے۔ وہ فوراً اسے آوازیں دیتے اور پکارتے ہوئے جنگل میں ادھر اُدھر تلاش کرنے لگے۔ ایک جگہ انھیں کچھ تازہ کٹے ہوئے بانس نظر آئے۔ بانسوں کے قریب ہی ایک کلہاڑا پڑا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کا ساتھی اسی جگہ کام کر رہا تھا۔ یکایک ان کی نظر خون آلود پگڑی پر پڑی۔ پگڑی کے پاس ہی خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھ کر وہ اُلٹے پاؤں بھاگے اور اپنی جھونپڑی میں آ گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے باقی ساتھیوں کو یہ خبر سنائی۔ چنانچہ بہت سے مزدور مل کر کارخانے کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ مالک کو اطلاع دی جائے۔ شام کو بہت سے آدمی ڈھول اور مشعلیں لے کر جنگل میں اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑے۔ وہ بڑی دیر تک جنگل میں ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ آخر ایک درخت کے نیچے انھیں لاش تو مل گئی، مگر آدھی۔ جسم کا باقی حصہ شیر نے کھا لیا تھا۔

اس واقعے کے بعد شیر بڑا بے باک ہو گیا۔ اور جنگل میں کام کرنے والے مزدوروں اور راہ چلتے مسافروں پر حملہ آور ہونے لگا۔ ان حالات میں مزدور بے حد خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ کارخانے کا کام تقریباً بند ہو گیا اور مالکوں کو بھاری نقصان ہونے لگا۔ آدم خور کو ہلاک کرنے والے کے لیے پانچ سو روپے انعام رکھا گیا جو بڑھتے بڑھتے پانچ ہزار روپے اور ایک

رائفل تک پہنچ گیا۔ انعام کے لالچ میں بے شمار شکاریوں نے شیر کو ہلاک کرنے کی کوششیں کیں لیکن کوئی شکاری بھی شیر کو شکار نہ کر سکا۔

ان شکاریوں میں سے ایک شکاری شیام بابو بھی تھا۔ وہ پورے تین سال تک جنگل کے چپے چپے پر شیر کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن ایک بار بھی شیر کا اور اس کا آمنا سامنا نہ ہو سکا۔ آخر تنگ آ کر شیام بابو شیر کو دھوکا دے کر مارنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ اس نے دو پنجرے بنوائے اور انھیں دو بیل گاڑیوں پر رکھوا دیا۔ گاڑی بانوں کی جگہ اس نے دو پتلے بنوا کر بٹھا دیے۔ دونوں پنجرے گھاس، پتوں اور ٹہنیوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ایک پنجرے میں اس نے ایک گاڑی بان کو بٹھا دیا تاکہ وہ بیلوں کو قابو میں رکھے۔ دوسرے پنجرے میں وہ خود رائفل لے کر بیٹھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ بیل گاڑیوں کو دیکھ کر شیر گاڑی بانوں پر ضرور حملہ کرنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح اسے شیر پر گولی چلانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ گاڑیاں کئی ماہ تک جنگل کے راستوں پر پھرتی رہیں لیکن شیر ایک بار بھی ان کے قریب نہ آیا۔ شاید اسے اپنی ذہانت کی وجہ سے پتا چل گیا تھا کہ ان پر گاڑی بانوں کے بجائے پتلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس دوران میں کچھ اور شکاری بھی شیر کو جنگل میں تلاش کرتے پھرے لیکن شیر اس قدر چالاک تھا کہ ان کے قریب تک نہ پھٹکتا تھا۔ وہ اکا دکا مسافروں کو برابر شکار کرتا رہا لیکن خود وہ کسی شکاری کی گولی کی زد میں نہ آیا۔

بعض اوقات شیر دن میں دو دو آدمی بھی ہلاک کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن دو گاڑی بان دو مختلف سمتوں سے بانسوں کے ڈھیر اٹھانے کے لیے گئے۔ ان کا درمیانی

فاصلہ صرف دو میل تھا۔ شیر نے ان میں سے ایک پر دوپہر کے وقت حملہ کیا اور اسے اٹھا کر لے گیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے گاڑی بان کو بھی ہلاک کر دیا اور اس کی لاش کو گھسیٹتا ہوا پہلی لاش کے پاس ہی لے گیا۔ گاڑی بانوں کی تلاش کے لیے اسی شام ایک پارٹی تیار ہوئی لیکن چونکہ اندھیرا بڑی تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا اس لیے یہ کام دوسرے دن پر ملتوی ہو گیا۔ دوسرے دن دونوں گاڑی بانوں کی لاشیں مل گئیں۔ ان میں سے ایک لاش شیر نے نصف کے قریب کھالی تھی لیکن دوسری لاش ابھی تک بالکل صحیح و سالم پڑی تھی۔

اس شیر کی ایک عجیب و غریب عادت دیکھنے میں آئی تھی۔ وہ جب کسی انسان کو شکار کرتا تو سب سے پہلے اس کے سر کے بالوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا کرتا تھا۔ خدا جانے اسے بال کیوں برے لگتے تھے۔ ان دونوں گاڑی بانوں کے سر بھی اس نے حسب عادت مونڈ ڈالے تھے۔

گرمیوں کی ایک شام کو اس نے پھر دو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ لوگ تلاش کرتے کرتے جب ان لاشوں تک پہنچے تو بدبو کے مارے ان کے دماغ پھٹنے لگے۔ سخت گرمی اور دھوپ پڑنے کی وجہ سے لاشیں اب گلنے سڑنے لگی تھیں۔ چونکہ دونوں لاشوں کا شیر نے تھوڑا تھوڑا گوشت کھایا ہوا تھا اس لیے شیام بابو کا خیال تھا کہ شیر اپنے شکار کے پاس پھر ضرور آئے گا۔ اس نے قریب ایک درخت پر مچان بنوائی اور اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے شیر کو بھی اس کا علم ہو گیا تھا۔ وہ رات کو جنگل میں دور دور دھاڑتا پھرا لیکن ایک بار بھی لاشوں کے قریب نہ آیا۔ شیام بابو نے تمام رات آنکھوں میں گزار دی۔ دوسری رات بھی یہی حال رہا

جس پر شیام بابو مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔ تیسری رات ایک اور شکاری نے قسمت آزمائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اتفاق دیکھیے کہ اس رات شیر نو بجے ہی آ گیا اور جس درخت پر وہ شکاری چڑھا بیٹھا تھا اس کے نیچے آ کر غرّانے اور درخت کے تنے پر زور زور سے پنجے مارنے لگا۔ درخت پر بیٹھے شکاری کے تو شیر کو دیکھ کر جیسے ہوش اُڑ گئے۔ رائفل اس کے ہاتھ میں پکڑی تھی لیکن وہ اس قدر دہشت زدہ ہو چکا تھا کہ نشانہ لے کر گولی بھی نہ چلا سکتا تھا۔ دوسرے دن صبح جب کچھ لوگ اس کا پتا لینے کے لیے اس جگہ پہنچے تو وہ ابھی تک سکتے کے عالم میں مچان پر بیٹھا تھا۔ لوگوں نے اسے بڑی مشکل سے درخت پر سے اُتارا اور گاؤں لے گئے جہاں کہیں دو گھنٹے بعد اسے صرف اتنا ہوش آیا کہ وہ رات کا واقعہ بیان کر سکے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی شخص پر شیر حملہ کرتا ہے تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرتا بلکہ خوف اور دہشت کے عالم میں بے بس چوہے کی طرح شکار ہو جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو شیر کے حملے کے وقت ہمت اور جرأت سے کام لے کر اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ہی باہمت لوگوں میں سے ایک شخص بانجی راؤ تھا جس نے بڑی بہادری سے کام لے کر شیر کا مقابلہ کیا اور اسے بھگا دیا۔ بانجی راؤ جنگل کا ایک رکھوالا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کچھ گاڑی بان اس کی جھونپڑی کے قریب سے گزرے۔ چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیے سب کے سب گاڑی بان شیر کے ڈر سے بُری طرح خوفزدہ ہو رہے تھے۔ بانجی راؤ نے یہ دیکھ کر انھیں حفاظت سے جنگل سے گزار دینے کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ وہ بیل گاڑیوں کے آگے آگے چل پڑا۔ اس کے کندھے پر درخت کاٹنے والا کلہاڑا رکھا تھا۔ باقی سب کے

سب گاڑی بان نہتّے تھے۔ سڑک کا ایک موڑ مڑتے ہی بانجی راؤ کو سامنے شیر کھڑا نظر آیا۔ شیر نے ایکدم چھلانگ لگائی لیکن بانجی راؤ اس سے بھی پھرتیلا نکلا۔ اس نے بجلی کی طرح کندھے پر سے کلہاڑا اُتارا اور تیزی سے گھمانے لگا۔ شیر گاڑی بانوں کی چیخ و پکار اور کلہاڑے کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ اس طرح بانجی راؤ نے جرأت سے کام لے کر اپنے ساتھ گاڑی بانوں کی جانیں بھی بچا لیں۔

دوسرے دن شیر نے گزشتہ رات کی شکست کا بدلہ دو گاڑی بانوں کو مار کر لے لیا۔ بانسوں سے لدی چند بیل گاڑیاں سہ پہر کے وقت جنگل سے گزر رہی تھیں۔ ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے سے اچانک شیر نکلا اور سب سے اگلے گاڑی بان کو اٹھا کر لے گیا۔ تمام گاڑی بان خوف زدہ ہو کر رُک گئے۔ اور ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً سب سے پچھلے گاڑی بان کی بھی چیخ سنائی دی۔ انھوں نے گھبرا کر دیکھا، شیر اپنے شکار کو منہ میں دبوچے لیے جا رہا تھا۔ تمام گاڑی بانوں کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور وہ بجائے اپنے ساتھیوں کی لاشیں تلاش کرنے کے گاڑیاں بھگاتے ہوئے گاؤں واپس آ گئے۔ دوسرے دن گاؤں کے لوگوں کا ایک گروہ ان لاشوں کی تلاش میں نکلا۔ جنگل میں ایک جگہ جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں دونوں لاشیں مل گئیں۔ ان میں ایک لاش شیر نے تھوڑی سی کھائی تھی لیکن دوسری بالکل اَن چھوئی پڑی تھی۔ سر کے بال البتّہ اس نے دونوں کے مونڈ رکھے تھے۔

اسی طرح ایک گاڑی بان دیارام اور اس کا ایک ساتھی اپنے گاؤں برلا گڑ جا رہے تھے۔ حفاظت کے لیے ان کے پاس ایک بندوق تھی۔ وہ دونوں

انھیں اپنے اردگرد دکھائی دینا بھی بند ہو گیا۔ شام ہوتے ہی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ دونوں ساتھی چوکس ہو کر چشمے کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اس روز کوئی جانور پانی پینے کے لیے نہ آیا۔ ایک ہی طرح بیٹھے بیٹھے پٹیل کو نیند آنے لگی اور وہ سو گیا۔ دونوں دوستوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ باری باری پہرا دیں گے۔

اب چاند نکل آیا تھا اور بھرپور چاندنی سے جنگل چمک رہا تھا۔ اچانک سوئے ہوئے پٹیل کو ایک شور اور گڑگڑاہٹ سی سنائی دی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ چند لمحوں تک تو اسے پتا بھی نہ چلا کہ کیا ہوا ہے۔ تب اس نے دیکھا کہ مچان کا ایک حصّہ گرا ہوا ہے اور اس کا دوست غائب ہے۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ شاید مچان کمزور ہونے کی وجہ سے گر پڑی ہے لیکن جب اس نے اپنے دوست کو آوازیں دیں اور جواب میں شیر کی غراہٹ سنائی دی تو اس نے نیچے جھک کر دیکھا۔ شیر اب بھی مچان تک پہنچنے کے لیے چھلانگیں لگا رہا تھا لیکن مچان اونچی ہونے کی وجہ سے وہ اس تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پٹیل خوف اور دہشت سے ایکدم چلّا اٹھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دوست شیر کا شکار ہو چکا ہے۔ پٹیل کا شور سن کر شیر رک گیا اور ذرا دُور ہٹ کر درختوں کے سائے میں کھڑا ہو گیا۔ اب پٹیل نے تھوڑی سی ہمت سے کام لیا اور بندوق اٹھا کر شیر پر گولی چلا دی۔ شیر کی خوفناک گرج سنائی دی۔ جس سے پٹیل کا دل دہل گیا۔ اس کے پاس ایک گولی والی بندوق تھی۔ دوسری گولی بھرنے اور چلانے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔ خوف زدہ ہو کر وہ درخت پر اور بھی اونچا چڑھ کر بیٹھ گیا جہاں کانپتے

کانپتے اس نے رات گزار دی۔ شیر رات بھر غراتا اور مارے تکلیف کے کراہتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گولی نے اسے کوئی کاری زخم پہنچایا ہے۔ غصّے کے عالم میں گرجتا ہوا وہ کافی دیر تک درخت کے گرد چکر لگاتا رہا لیکن پٹیل اس کی پہنچ سے باہر تھا۔ تکلیف کی وجہ سے کراہتا ہوا پھر وہ واپس مڑا اور خشک نالے کے کنارے جا کر بیٹھا رہا۔ صبح تک پٹیل اس کی آوازیں سنتا رہا۔ دن نکلنے سے پہلے شیر وہاں سے اٹھا اور جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب وہ چل رہا تھا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی چیز گھسیٹ رہا ہے۔ شاید پٹیل کی گولی اس کی ٹانگ پر لگی تھی اور وہ ٹانگ گھسیٹ کر چل رہا تھا۔

دن چڑھے جب پٹیل درخت سے نیچے اترا تو اس نے اپنے دوست کو گری ہوئی مچان کے قریب مرے ہوئے پایا۔ لاش کی پیٹھ اور گردن پر شیر کے پنجوں اور دانتوں کے گہرے نشان تھے۔ پٹیل واپس گھر گیا اور بہت سے آدمیوں اور اپنے دوست کے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر وہاں ارتھی اٹھانے کے لیے آیا۔ لوگ حیران تھے کہ شیر مچان تک کیسے پہنچ گیا۔ چنانچہ جب اس جگہ کا اچھی طرح جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ شیر نے درخت کے قریب ہی مٹی کے ایک چار فٹ اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چھلانگ لگائی تھی۔

اس حادثے کے بعد دو ماہ گزر گئے۔ اس دوران میں نہ تو شیر کے کسی شکار کی خبر ملی اور نہ ہی کسی کو جنگل میں آتے جاتے شیر نظر آیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ شیر زخم کی وجہ سے مر گیا ہے۔ دیہاتیوں کا خوف اب دُور ہو چکا تھا۔ چنانچہ کاروبار پھر شروع ہو گئے۔ جنگل کے درخت کاٹے جانے لگے۔ مسافروں نے جنگل کے راستوں

پر آنا جانا شروع کر دیا۔ گاڑی بان پھر بلا خوف و خطر کٹے ہوئے درخت لادنے لے جانے لگے۔ تب یکایک ایک روز شام کے وقت کوسر گھاٹ نامی گاؤں کے قریب ایک بوڑھا، کمزور اور مریل سا شیر دیکھا گیا۔ دیہاتیوں کا خیال تھا کہ یہ وہی آدم خور شیر تھا۔ اس خبر سے لوگوں میں ایک بار پھر افراتفری پھیل گئی۔ دوسرے دن اطلاع ملی کہ شیر نے دو گائیں ہلاک کر دی ہیں۔ یہ خبر سن کر شکاریوں کی ایک پارٹی اس جگہ پہنچی۔ دونوں گایوں کی لاشیں ابھی اسی طرح پڑی تھیں۔ شیر نے ان کو مارنے کے بعد بالکل منہ نہ لگایا تھا۔ مردہ گایوں کے قریب ہی ایک مچان تیار کی گئی۔ شکاریوں کا خیال تھا شیر اپنا شکار کھانے کے لیے رات کو ضرور آئے گا۔ لیکن وہ ساری رات مچان پر بیٹھے انتظار کرتے رہے اور شیر نے دوبارہ شکل تک نہ دکھائی۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ شیر نے ایک دوسرے گاؤں میں ایک اور گائے کو ہلاک کر دیا ہے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ شیر نے اس گائے کو بھی چھوا تک نہ تھا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی آدم خور شیر ہے کیونکہ یہ اسی کی عادت تھی کہ وہ بلا وجہ انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کر دیتا تھا۔

دوسرے دن شکاریوں کی پارٹی اس گاؤں پہنچی اور شیر کے پنجوں کے نشان تلاش کرنے کے بعد اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئی۔ انھیں زیادہ دور نہ جانا پڑا۔ گاؤں سے تھوڑے ہی فاصلے پر جھاڑیوں کے جھنڈ میں انھیں شیر نظر آ گیا۔ شکاری اسے دیکھ کر رک گئے۔ اس وقت جہاں وہ کھڑے تھے وہاں سے شیر کو گولی کا نشانہ بنانا مشکل تھا۔ سارے شکاری شش و پنج میں پڑ گئے کیونکہ اتنی ہمت کسی میں بھی نہ تھی کہ شیر کے قریب جا کر فائر کرنے کی کوشش

کرتا۔ وہ ایک دوسرے کو آگے بڑھنے کے لیے کہتے رہے لیکن کوئی بھی اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے پر تیار نہ ہوا۔ آخر کافی دیر کی بحث کے بعد وہ ناکام گاؤں کی طرف لوٹ آئے۔ دوپہر کے قریب انھیں پھر اطلاع ملی کہ شیر ابھی تک جھاڑیوں میں اسی جگہ کھڑا ہے۔ اس خبر سے شکاریوں نے اندازہ لگایا کہ شیر بے حد کمزور ہو چکا ہے اور اب اس میں زیادہ چلنے پھرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے پھر تیاری کی اور شیر کو ہلاک کرنے کے لیے چل پڑے۔ شیر انھیں اپنی طرف آتا دیکھ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ شکاریوں نے سو گز کے فاصلے سے دیکھا کہ شیر اپنی اگلی دائیں ٹانگ کو گھسیٹ گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ اس سے شکاریوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ تیزی سے شیر کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کی بندوقوں کے منہ شیر کی طرف تھے۔ ایک جگہ شیر رک گیا اور منہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

یکایک گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور اس کا جسم چھلنی ہو گیا۔

بعد میں کھال اتارتے وقت معلوم ہوا کہ پٹیل کی گولی لگنے سے اس کے داہنے کندھے کا جوڑ ٹوٹ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ٹانگ گھسیٹ کر چلتا تھا۔ وہ اس قدر دبلا اور کمزور ہو چکا تھا کہ اس کو پہچاننا مشکل ہو گیا تھا۔ بہر حال اس بات میں کسی کو شک نہ تھا کہ پٹیل کی گولی ہی نے اس کو مرنے کے قریب کر دیا تھا۔ کندھا ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ نہ تو پھر کسی انسان کو ہلاک کر سکا اور نہ ہی کسی تیز رفتار جانور کو۔ اور جب بھوک سے تنگ آ کر وہ شکار کی تلاش میں گاؤں کی طرف آیا تو خود گولی کا شکار بن گیا۔

پیارے بچوں کے لیے ایک اور پیاری کتاب

ننھے جاسوس



یہ کتاب ایک ذہین اور باہمت لڑکے : رشید کی کہانی ہے جس کے بے گناہ والد کو ایک بدمعاش سیٹھ چوری کے الزام میں قید کرا دیتا ہے ۔ رشید کو یقین ہے کہ اس کا باپ بالکل بے قصور ہے اور اصل مجرم سیٹھ ہے چنانچہ اپنے باپ کی بے گناہی اور سیٹھ کا جرم ثابت کرنے کے لیے وہ اپنے ایک دوست عبدل کے ساتھ سیٹھ کے پیچھے لگ جاتا ہے ۔ اس مہم میں رشید کو کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں اور اسے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ایک دلچسپ اور حیرت انگیز داستان ہے ۔ رشید کی چھوٹی بہن شیریں کے کارنامے دلچسپی اور حیرت کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔

یہ کتاب بچوں کے دل میں بزرگوں کی محبت اور انصاف کی لگن پیدا کرے گی ، انھیں نیکی کی جرأت دلائے گی اور ان کے دل میں تعلیم کا شوق ابھارے گی ۔

قیمت : 1.50

پیارے بچوں کے لیے ایک پیاری کتاب

آدم خور شیرنیاں



شکار کی کہانیاں انسان کو ہمیشہ سے اچھی لگتی رہی ہیں ۔ خاص طور پر آدم خور شیروں اور شیرنیوں کے شکار کی داستانیں بہت ولولہ انگیز ہوتی ہیں ۔ اس کتاب میں دنیا کے دو مشہور شکاریوں : کرنل جم کاربٹ اور کرنل کینتھ اینڈرسن کی مہموں کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنی جان ہتیلی پر رکھ کر ظالم آدم خور شیرنیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ ان کہانیوں کو بچوں کے لیے آسان اور دلچسپ انداز میں لکھا گیا ہے تاکہ وہ لمبی لمبی تفصیلات کے بغیر اصل کہانی سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکیں ۔

اس کتاب کا مطالعہ بچوں کو انسانیت سے محبت سکھائے گا اور انہیں بہادری کا درس دے گا ، ان کے دل میں خدا کی کائنات میں مردانہ وار نکلنے کا حوصلہ پیدا کرے گا ۔

قیمت : 1.50